در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابو البرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

پی ۲۶۹

پندرہ روزہ

رجسٹرڈ نمبر

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۱۸۳ / ۱۸۴

جلد نمبر ۱۶

۱۵ جون تا ۱۵ جولائی سنہ ۲۰۰۰ء مطابق ربیع الاول، ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ

مدیر اعلیٰ فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کرکے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

صبا بحسنِ ادب گو تو غوثِ اعظم را
خدا سپرد بہ تو کارِ ہر دو عالم را
تو آں شہی کہ کنی رد قضائے مبرم را
بری زِ خاطرِ ناشاد محنت و غم را

محدث کبیر حضرت سید شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

فہرستِ مضامین

﴿۱﴾	شذرہ	سید یاسر بخاری	۳
﴿۲﴾	نعت شریف	پروفیسر ڈاکٹر محمد عطاء اللہ جلوی	۵
﴿۳﴾	تفسیر القرآن الحسنیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	مدیر اعلیٰ	۶
﴿۴﴾	منقبت بحضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت غلام معین الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۱۰
﴿۵﴾	تعلیمات غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	پروفیسر ڈاکٹر محمد عطاء اللہ جلوی	۱۱
﴿۶﴾	حضور غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	ایم شاہد ودود تبسم	۲۲
﴿۷﴾	کرامات غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(ہومیوڈاکٹر) خالد نور قادری	۲۸
﴿۸﴾	شیئاً للہ (منقبت)	جناب طارق سلطانپوری صاحب	۳۳
﴿۹﴾	مکتوب تبع بنام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم	سید محمد انور شاہ قادری بخاری	۳۴
﴿۱۰﴾	منقبت (سلطان عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	ناصر سرہندی	۳۷
﴿۱۱﴾	استفتاء (گستاخ رسول کی شرعی حیثیت)	مفتی سرحد علامہ خلیل الرحمٰن قادری	۳۸
﴿۱۲﴾	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر قناعت	پروفیسر غلام سرور رانا	۵۲
﴿۱۳﴾	سرحد کے ادیب و شاعر	علاء الدین عدیم	۶۲

شذرہ

كُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنْ

سید یاسر بخاری

اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہٗ و عم نوالہٗ و عز اسمہٗ و جل مجدہٗ نے قرآن مجید فرقان حمید میں اپنے پیارے حبیب شفیع المذنبین رحمت اللعالمین عالم ماکان ومایکون جناب احمد مجتبیٰ ﷺ کو ارشاد فرمایا۔ یاایھاالرسول بلغ ماانزل الیک من ربک (المائدہ۔۶۷)

اے رسول کریم (ﷺ) پہنچا دیجئے جو کچھ اترا آپ پر' آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے۔

رسول ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی توحید و معرفت کے آفاقی پیغام کی مسلسل ترویج و اشاعت کی اور اس عظیم و مکرم کام کو پایہء تکمیل تک پہنچایا' یہاں تک کہ تکمیل دین اسلام و اتمام نعمت نبوت کی تصدیق بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود ہی فرمائی۔ آپ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد خلفاء راشدین' اہل بیت عظام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ ﷺ کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے شبانہ روز محنت و جدوجہد کی' یہ ایک ایسی مقدس و مطہر جماعت تھی جنہوں نے ہمیشہ رسول کریم کی سنت مبارکہ کی پیروی کی اور زندگی کے ہر ہر شعبے میں سنت نبوی ﷺ کی متابعت و مطابقت کو مقدم رکھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد جن عظیم ہستیوں نے اس مقدس مشن کو آگے بڑھایا ان پاک طینت ہستیوں کو "اولیاء اللہ" کہا جاتا ہے۔ جنہوں نے ہر گھڑی ہر لحظہ و ہر لمحہ مخلوق خدا کی خدمت گزاری کی' انہیں ضلالت و معصیت کے اندھیروں سے نکال کر توحید و معرفت الٰہی کے نور سے منور فرمایا اور خلق خدا کو ہمہ وقت ذکر الٰہی کی تلقین و تاکید کی۔

انہی نفوس قدسیہ و ذوات مطہرہ کی بدولت امت مسلمہ راہ ہدایت کی طرف گامزن ہوئی اور ان اولیاء کرام کے فیضان نظر اور تزکیہء نفوس و تصفیہ قلوب کے باعث ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں انسان گمراہی کی پستیوں سے نکل کر سلوک و معرفت خداوندی کی منازل

طے کرتے ہوئے واصل الی اللہ ہوئے۔

یہی وہ مردان وفا کیش ہیں جن کے انفاس طاہرہ کی برکتوں سے ہم دین اسلام سے بہرہ مند ہوئے اور دنیا کے کونے کونے میں پیغام اسلام کی اشاعت ہوئی اور انہی کی بدولت ایک ایسی پاکیزہ اور روحانیت مزاج ثقافت اور ایک روشن تہذیب و تمدن کی اساس رکھی گئی جس کو اپنا کرنا قص اوج کمال تک عروج حاصل کرتے رہے۔ موجودہ مادی دور میں جبکہ انسان ایک مرتبہ پھر اپنے ذاتی اغراض کے لئے دین سے اعراض کرتا دکھائی دیتا ہے تو اس کی بنیادی اور قطعی وجہ اولیاء کرام و مشائخ عظام کی صحبت سے دوری ہے جس وجہ سے آج کا مسلمان اپنے عقائد اور مذہبی فرائض کی ادائیگی سے سراسر غافل ہے۔

ذکر الہٰی موجب اطمئنان قلب ہے' اور اسی سے بے چین دل قرار پکڑتے ہیں جب اسی سے منہ موڑ لیا جائے تو اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا۔

ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا (طٰهٰ : ۱۲۴)

اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لئے تنگ زندگانی ہے۔ (کنز الایمان)

آج مسلمان دنیا میں ہر طرف ذلت و تحقیر کا شکار ہیں عالم اسلام گوناگوں مسائل سے دوچار ہے۔ صیہونی قوتیں مسلمانوں میں باہم تفرقہ اور اختلافات کی آگ کو بھڑکا رہی ہیں جس کی وجہ سے مسلمان آپس میں لڑ لڑ کر ختم ہو رہے ہیں۔

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے

ان نامساعد حالات میں نجات دنیوی و فلاح اخروی کا یہی راستہ ہے کہ پھر سے مسلمان باہمی اختلافات و تفریق یکسر مٹاتے ہوئے اپنے دلوں میں یاد الٰہی شمع روشن کریں اور سنت نبوی ﷺ کی مکمل واکمل متابعت واطاعت کرتے ہوئے ایک ہو جائیں اور یہی مقصد اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تھا' ہے' اور رہے گا۔ لہٰذا اس مقصد کے حصول کے لئے ان پاک طینت حضرات کی صحبت اختیار کرنے کی اشد ضرورت ہے تاکہ ان پاکیزہ و بابرکت لوگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے رضائے الٰہی حاصل کی جا سکے۔ (باقی صفحہ ۹ پر ملاحظہ فرمائیں)

نعت شریف

پروفیسر ڈاکٹر محمد عطاء اللہ قادری جلوی

سید من شاہِ من آقاءِ من دین من ایمان من مولاءِ من

انت موجود و من عدم العدم جانِ من جانان من احیاءِ من

نورِ حق نورِ مبین حق الیقیں نورِ من دستور من اتقاءِ من

عالم علم حقیقت واقف اسرار حق ماہر علم لدنی رہبر اعلیٰ من

عین حق کونین حق منبع عینین حق مظہر ذات احدیت احمد و مولاء من

انت اوّل انت آخر انت ظاہر باطنا انت ہادی والھدایت مرشد حقاء من

یا نبی اللہ اُنظر حال من احوال من اھدی الصراطک یا سید اعلیٰ من

اے امام الانبیاء اے سید خیر الوری اے مظہر جود و سخا اے ہادیٔ اصفاء من

کن عطا بہر خدا ذات خاص کبریا اے خداء لم یزل اے ہادی و مولائے من

ہر کہ آید بر درت خالی نرفت اے حبیب کبریا اے دلبر عنقاء من

مارمیت گفت حق در شان تو
بیعت تو بیعت حق مرشدا علیٰ ء من

تفسیر قرآن الحسنیہ

مدیر اعلیٰ

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۲۲۰)

ترجمہ: اور آپ سے پوچھتے ہیں کہ خمر اور جوئے کے بارے میں کیا حکم ہے آپ فرما دیجئے کہ یہ دونوں گناہ کبیرہ ہیں اور لوگوں کے لئے کچھ دنیوی نفع بھی ہے اور ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے اور خرچ کرنے کے بارے میں (بھی) آپ سے دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ جو (ضروریات سے) بچ رہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات واضح طور پر بیان فرماتا ہے تاکہ تم تفکر کرو (۲۱۹) دنیا اور آخرت کے امور میں اور نیز آپ سے یتیموں کے احکام کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان کی تربیت کرنا بہت بہتر ہے اور اگر وہ تم میں خلط ملط ہوں تو تمہارے بھائی ہیں اور اللہ جل جلالہ اصلاح کرنے والوں میں سے فسادیوں کو جانتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو گرانی میں ڈالتا بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے (۲۲۰)

حل لغت: خمر: شراب انگوری' اصل میں تو انگور کے کچے پانی کا نام جبکہ وہ نشہ آور ہو 'خمر'، لیکن مجازاً ہر نشیلی شراب کو خمر کہہ دیتے ہیں۔ علامہ بغوی سید محمد مرتضیٰ زبیری صاحب "تاج العروس شرح قاموس" میں رقم طراز ہیں:

واعلم ان اکون الخمر اسماللنی من ماء العتب

المیسر: جوا: اسم مصدر جوا اور جوا کھیلنا یسرؔ سے جوا کھیلنے میں آسانی سے مال ہاتھ آجاتا ہے

تخالطوھم: جمع مذکر مضارع کا صیغہ ہے باہم میل جول "تم ان کو ملالو' تم ان کا خرچ ملا جلا

رکھو، تم ان سے مشارکت رکھو' تخالطوھم' مخالطة سے۔ جس کے معنی دو چیزوں کے آپس میں مل جانے کے ہیں۔ **لاعنتکم**: البتہ گرانی میں ڈالے تم کو اعنت رنج تکلیف' سختی' مصیبت' مشقت' گرانی' مشکل۔ ماضی کا صیغہ ہے واحد مذکر غائب ہے اعنات سے ہے۔

تفسیر: آیت کریمہ بالا کے ضمن میں ہی اللہ تعالیٰ نے انسانی معاشرے کے چند احکام کا ذکر فرمایا چونکہ عرب لوگ شراب اور جوئے کی لت میں مستغرق تھے تو معاشرے کی اصلاح کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ سے دریافت کئے گئے سوال کا یوں جواب دیا۔ کہ اگرچہ ان میں کچھ دنیوی فائدے پائے جاتے ہیں مگر عقل و ہوش کا گم ہو جانا اور دولت کا ضائع ہونا وغیرہ وغیرہ۔ یہ بہت بڑے گناہ ہیں اور فسادِ معاشرہ کا باعث ہیں جن کو شرعی طور پر گناہ کبیرہ کہا جاتا ہے کیونکہ ان سے فائدہ کی بجائے نقصان زیادہ حاصل ہوتا ہے اس لئے ان اعمال سیئہ سے بچنا چاہئے اور اجتناب کرنا چاہئے تاکہ گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو۔ مفسر قرآن علامہ عبدالماجد دریاآبادی اپنی تفسیر "تفسیر ماجدی" میں اس آیۂ کریمہ کے ضمن میں رقم طراز ہیں۔

اثم کا اطلاق کسی عمل پر خود اسے حرام قرار دینے کے لئے کافی ہے **الاثم کله محرم** (جصاص) چہ جائیکہ جب اس پر تاکید بھی کبیر کے ساتھ موجود ہو۔ اثمٌ کبیر ہی سے فقہا نے نکالا ہے کہ شراب کی مقدارِ قلیل بھی حرام ہے۔ **ولاحدعلی تحریم القلیل منه** (جصاص) اور اس لحاظ سے قرآن مجید ان دونوں کے حق میں لفظ اثم بہت خوب لایا۔ معاشرہ میں آج تک جتنے فسادات شراب نوشی سے پیدا ہو چکے ہیں اظہر من الشمس ہیں 'گالیاں یہ بکوائے' بے حیائی یہ پھیلائے' حرام کاری کی طرف یہ لائے' بلوے دنگے یہ کروائے' چوری ٹھگی پر یہ آمادہ کرے' قتل کی نوبت تک یہ پہنچائے' ہر عبادت سے طہارت سے پاکیزہ منشا سے یہ روک دے اور اسراف تو اس کے لئے کوئی بات ہی نہیں۔ اور قماربازی کی لائی ہوئی مصیبتیں کیا کچھ کم ہیں۔ فرنگستان کے سب سے بڑے قمار خانہ مونٹے کارلو میں ہر سال بے شمار دولت تلف ہوتی رہتی ہے' دیوالی اور جمگھٹ کی راتوں کو ہندوستان کے اندر کیا کچھ نہیں ہوتا اور پھر جوئے کی جدید ترین شکلوں' بیمہ کمپنیوں کے جوئے' گھڑ دوڑ کے جوئے' چٹھیوں (لاٹریوں) کے جوئے'

ئے وغیرہ کو کوئی کہاں تک شمار کرے"

اور نیز لوگ آپ ﷺ سے یہ بھی دریافت کرتے تھے کہ کیا خرچ کریں تو آپ ﷺ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تمہاری ضروریات سے زیادہ جو فاضل ہو اور باقی بچ رہے وہ سب کچھ صرف اور صرف رضائے الٰہی کے لئے صرف کردو' جہاد کی تیاری کے لئے دو' تبلیغ کے لئے دو' یتیموں بیواؤں اور ناداروں کی پرورش کے لئے دو' بیماروں پر خرچ کرو' وغیرہ وغیرہ۔ گویا وہ تمام امور جو اسلام کی سربلندی کے لئے اور مفلوک الحال لوگوں کی آبادی کے لئے کام آئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ دنیوی اور اخروی امور میں تمہیں غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے اور اپنے احکام واضح طور پر کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ کسی قسم کا شک وشبہ اور گنجلک باقی نہ رہے۔ اور ضروری ہے کہ معاشرے میں یتیموں کے بارے میں کوئی واضح اصول اور قوانین ہوں جن میں ان کی اصلاح' تربیت' تعلیم کا اہتمام ہو۔ اگر ان کی جائیداد اور دولت ہو تو اس کو سنبھالنے کا اہتمام کرو۔ اور وہ ایسے ہاتھوں نہ پڑے جو فسادی ہوں اور ان کی وجہ سے ان یتیموں کا مال ضائع نہ ہو جائے۔ ان کے سرپرست نیک' دیندار' صاحب صلاح اور تقویٰ ہوں جو ان کی پرورش بھی کریں اور مال و دولت کی حفاظت بھی کریں۔ معاشرے کی اس اصلاحی صورت کو اللہ جل جلالہٗ نے اس طرح بیان فرمایا کہ اے محبوب ﷺ یتیموں کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا ہے تو آپ فرمادیں کہ ان کی اصلاح کرنا بہت بہتر ہے اگر تم ان کی دولت اور مال کو اور ان کو آپس میں ملاتے ہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں مگر اس طریقے پر کہ کسی مفسد کے ہاتھ نہ چڑھ جاؤ کہ بجائے اصلاح کے ان کو ان کے مال و دولت کو غلط راستے پر لگا کر تباہ و برباد نہ کر ڈالو بلکہ ایسے نیک لوگ ہوں جو ان کی تعلیم و تربیت کرکے اور ان کی دولت صحیح طریقے پر محفوظ کرکے اصلاح کا ذریعہ بنیں۔ اگرچہ یہ کام بہت ہی مشکل ہے مگر اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں پر نیکی کی راہ آسان کردی ہے بے شک اللہ تعالیٰ تمام امور پر غالب ہے اور ہر ایک کام کی حکمت کا جانتا ہے کہ اس مسئلے میں کتنی بھلائی ہے اور کتنی برائی ہے اسی لئے بھلائی کا حکم فرمایا۔

رئیس المفسرین صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی تحریر فرماتے ہیں۔ "حضرت

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر شراب کا ایک قطرہ کنویں میں گر جائے پھر اس میں منارہ بنایا جائے تو اس میں اذان نہ کہوں‘ اگر دریا میں شراب کا قطرہ پڑے پھر دریا خشک ہو اور وہاں گھاس پیدا ہو اس میں اپنے جانوروں کو نہ چراؤں۔ سبحان اللہ! گناہ سے کس قدر نفرت ہے۔ رزقنا اللہ تعالیٰ اتباعھم“ (خزائن العرفان حاشیہ بر کنزالایمان ص ۶۲ حاشیہ نمبر ۴۲۶ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

اس سے آگے چند سطور تحریر فرما کر پھر لکھتے ہیں۔

مسئلہ: شطرنج‘ تاش وغیرہ‘ ہار جیت کے کھیل اور جن پر بازی لگائی جائے سب جوئے میں داخل اور حرام ہیں (روح البیان)۔ (جاری ہے)

بقیہ : شذرہ

اولیاء کرام کی اس قدوسی ...ت میں حضور غوث اعظم ‘محبوب سبحانی‘ قطب ربانی‘ شہباز لامکانی سید شیخ ابو محمد محی الدین عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ستودہ صفات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ سلطان الاولیاء ہیں آپ کا قدم مبارک تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے

جس کی منبر بنی گردن اولیاء اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

دنیا کے گوشے گوشے سے مخلوق خدا آپ کی خدمت میں علم و حکمت کے موتی سمیٹنے کے لئے حاضر ہوتی تھی آپ نے ان کی تعلیم و تربیت کی اور صلحاء و صوفیاء کی ایک ایسی عظیم جماعت تیار کی جو سلسلہ عالیہ قادریہ کہلاتی ہے۔ ان قادری صوفیاء و مشائخ نے قریہ بہ قریہ اور کوبہ کو تبلیغ دین جیسی عظیم خدمت سرانجام دی اور عامۃ المسلمین کی اصلاح کی۔

ماہ ربیع الآخر حضور غوث پاک ہی کی نسبت سے مشہور خلائق ہے اس ماہ مبارک کی گیارہ تاریخ کو آپ کا عرس مبارک نہایت ہی تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے جس میں خطبات و مواعظ حسنہ اور محافل ذکر و نعت منعقد ہوتی ہیں اور نیاز و لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔ لہٰذا چاہیے کہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے فیوضات سے مستفیض ہونے کے لئے قادری مشائخ کرام کی صحبت حاصل کی جائے اور ان کے دامن سے خود کو وابستہ کیا جائے تاکہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی حاصل ہو۔

منقبت بحضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عارف باللہ حضرت سید غلام معین الدین شاہ صاحب المعروف بہ لالہ جی مدظلہ العالی

درِ دولت پہ حاضر ہے گدا یا شاہ جیلانی
نگاہ مہر ہو خدا یا شاہ جیلانی

اشارے میں بنا دیتے ہو بگڑی تم تو لاکھوں کی
ہمارے کام میں ہے دیر کیا یا شاہ جیلانی

قسم تیری نہ اس چوکھٹ سے اب اٹھے گا سر میرا
مجھے جب تک نہ ہو گا کچھ عطا یا شاہ جیلانی

تیرے دربار میں کیا کیا امیدیں لے کے آیا ہوں
کہیں ٹوٹے نہ میرا آسرا یا شاہ جیلانی

نہ ہو مجھ میں کوئی خوبی نہ ہو اچھا عمل کوئی
مگر ہوں نام لیوا آپ کا یا شاہ جیلانی

تمہارے در سے خالی ہاتھ پھرتا ہے کہاں سائل
مجھے بھی کچھ نہ کچھ تو ہو عطا یا شاہ جیلانی

تیرا لطف کرم لایا تیرے دربار تک ورنہ
پہنچنے کا ذریعہ کچھ نہ تھا یا شاہ جیلانی

دمِ آخر رہے پیش نظر سرکار کی صورت
یہی مشتاق کی ہے التجا یا شاہ جیلانی

تعلیمات غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پروفیسر ڈاکٹر علامہ محمد عطاء اللہ قادری جلوی

حضور غوث اعظم قطب عالم غوث صمدانی قطب ربانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ اپنے جد امجد سید المرسلین خاتم النبین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر اتم ہیں اس لئے آپ کی تعلیمات عین شریعت احمدی وطریقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہیں۔ آپ کی تعلیمات کے اہم موضوع تین ہیں۔ ایک شریعت مطہرہ کی پیروی' دوسرے رضا بالقضاء اور اور موافقت بہ تقدیر اور تیسرے فقر یعنی فنافی اللہ وبقاباللہ۔

شریعت مطہرہ کی پیروی کے متعلق فتوح الغیب جو کہ آپ کے مقالات کا مجموعہ ہے میں فرماتے ہیں کہ مومن کی تین علامات ہیں۔ ایک امر کی تابعداری' دوسرے نہی سے پرہیز اور تیسرے تقدیر سے موافقت۔

اور تقدیر سے موافقت کے متعلق فرماتے ہیں کہ تقدیر سے موافقت نے مجھے قادر تک پہنچادیا۔ اور فتح ربانی جو آپ کے خطبات کا مجموعہ ہے میں فرماتے ہیں۔ بیٹا! تقدیر کے پرنالے کے نیچے صبر کا تکیہ لگا کر راضی برضا کا ہار گلے میں پہن کر کشائش کے انتظار میں عبادت گزار ہو کر میٹھی نیند سے سو رہو' جب تک تم ایسا کرو گے تو تقدیر کا مالک اپنے فضل اور احسان سے تم پر ایسی نعمتیں نازل کرے گا کہ جن کی تم اچھی طرح طلب اور تمنا بھی نہ کر سکتے تھے۔

پھر فرمایا' اللہ والو! تقدیر کے موافق ہو جاؤ اور یہ ارشاد حضرت عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو تقدیر کی موافقت میں کوشش کرنے والا ہے قبول کرو۔

اور فرمایا! وہاں قادر کے پاس بحر علم سے پانی پیو اور دستر خوان فضل سے کھانا کھاؤ اس کی محبت غم خوار اور رحمت پردہ پوش ہو گی۔ یہ قادر کا مقام دنیا کے تمام قبیلوں اور کنبوں کے

لاکھوں انسانوں میں سے کسی ایک شخص صاحب نصیب کو حاصل ہوتا ہے۔

اور فرمایا' بیٹا! پرہیزگاری اور پابندیٔ شریعت کو لازم سمجھ' نفس اور حرص اور شیطان اور بروں کی صحبت سے چھٹارہ' ایماندار ان کے جہاد میں اپنے سر سے خود نہیں اتارتا اور تلوار کو میان میں نہیں ڈالتا۔ اپنے گھوڑے کی پشت زین سے برہنہ نہیں کرتا۔ جب خواب غلبہ کرے تو اولیاء اللہ کی طرح سوتا ہے کہ جن کی خوراک فاقہ' کلام ضرورت کے وقت اور خاموش رہنا عادت ہے۔ اللہ کے امر سے بات چیت کرتے ہیں یہی ان کے واسطے مقدر ہو چکا ہے۔ تحریک الٰہی پر دنیا میں کلام کرتے ہیں جیسے قیامت کے روز سب اعضاء امر الٰہی سے کلام کریں گے اللہ جل شانہٗ ان میں قوت کلام پیدا کرتا ہے جس نے ہر ایک بولنے والے کو قوت گویائی عطا فرمائی ہے۔ ان کو اس طرح بلاتا ہے کہ جیسے جمادات بولتے ہیں ان کے واسطے گویائی کے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ جب ذات خداوندی نے چاہا کہ خلقت کو عذاب سے ڈرائے اور رحمت کی خوشخبری سنائے اتمام حجت کے واسطے نبیوں اور رسولوں میں قوت گویائی بخش دی جب اس گروہ پاک کو اپنی طرف بلا لیا تو ان کے قائم مقام عالم باعمل کر دیے اور ان کو قوت گویائی عطا فرمائی۔ جس سے وہ نبیوں کے نائب بن کر اصلاح خلق کر سکیں۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ العلماء ورثۃ الانبیاء یعنی عالم باعمل نبیوں کے وارث ہیں۔

اور یہ برگزیدہ لوگ ہیں جو اولیاء اللہ ہیں یا فقراء محمدی ہیں' فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہیں۔ حضرت پیران پیر غوث اعظم پاک قطب الاقطاب حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ فنا کے متعلق فتوح الغیب میں مقالہ نمبر ۶ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ''افن عن الخلق بحکم اللہ وعن ھواک بامر اللہ وعن ارادتک بفعل اللہ'' یعنی خلق سے فنا ہو جا خدا کے حکم سے اور اپنی خواہشوں سے فنا ہو جا اللہ کے امر سے۔ اور اپنے ارادے سے فنا ہو جا خدا کے فعل سے۔ اس وقت تم اس قابل ہو گے کہ علم الٰہی کے محل ہو۔ خلق سے تمہارے فنا ہونے کی علامت ان سے تمہارا علیحدہ ہو جانا اور ان سے رجوع ترک کر دینا اور جو کچھ ان کے پاس ہے اس سے مایوس اور بے تعلق ہو جانا ہے اور اپنی خواہش سے فنا ہونے کی علامت ترک کسب ہے اور نفع

حاصل کرنے اور نقصان سے بچنے میں اسباب سے تعلق اٹھا دینا کہ اپنے (پندار) سے اپنے آپ سے کوئی حرکت نہ کرے اور اپنے لئے اپنے اوپر خود بھروسہ نہ رکھے۔ اپنے آپ سے (اپنے نفس کی مضر اور مخالف طبع چیزیں) دور کرنے کی کوشش نہ کرے اور اپنے نفس کو مدد نہ دے بلکہ یہ سب خدا پر چھوڑ دے کیونکہ اسی نے شروع میں اس کو اپنے ذمہ لیا اسی طرح اب آخر میں بھی لے گا جیسے یہ سب اسی پر چھوڑا ہوا تھا جب تم ماں کے پیٹ میں تھے یا گہوارہ میں شیر خوار تھے۔ اور اپنے ارادہ سے خدا کے فعل سے تمہارے فنا ہونے کی علامت یہ ہے کہ تم خود کسی بات کا ارادہ نہ کرو نہ تمہاری کوئی غرض ہو نہ تمہاری کوئی حاجت اور نہ مقصد' کیونکہ تم ارادہ الٰہی کے ساتھ اس کے سواء اور کسی کا ارادہ نہیں کر سکتے بلکہ خدا کا فعل تم میں جاری ہو گا اور تم خود بجلسہ ارادہ حق و فعل حق بن جاؤ گے۔ اعضاء و جوارح سکون یافتہ دل مطمئن' سینہ کشادہ' چہرہ پر نور اور باطن آباد خالق کے ساتھ اشیاء عالم سے بے پرواہ ید قدرت تم کو الٹے پلٹے گا اور زبان ازل تمہیں پکارے گی' پروردگار عالم تمہیں علم لدنی بخشے گا اپنے انوار (صفاتی) اور معارف (ذاتی) کے حلے پہنائے گا اور بزرگان سلف صاحبان علم سابق کے منازل پر پہنچائے گا۔ اور تم ہمیشہ شکستہ دل رہو گے' کوئی خواہش اور کوئی ارادہ تم میں ٹھہر نہ سکے گا جیسے سوراخ دار برتن جس میں کوئی رقیق چیز ٹھہر نہیں سکتی اور نہ کثافت ٹھہرتی ہے۔ اس وقت تم اخلاق بشریت سے علیحدہ ہو جاؤ گے اور تمہارا باطن ارادہ الٰہی کے سواء کسی چیز کو قبول نہ کرے گا تب تمہاری طرف تخلیق (عالم) اور خرق عادات منسوب کی جائیں گی۔

ظاہر عقل میں تو یہ تم سے صادر ہوتے نظر آئیں گے مگر در حقیقت علم و یقین باطن کی رو سے وہ فعل ارادہ حق ہو گا اس وقت تم شکستہ دلوں کے زمرہ میں داخل ہو گے جن کے ارادہ بشری ٹوٹ گئے ہیں طبیعت زائل ہو گئی ہیں اور جنہیں ارادہ ربانی اور خواہشات وظیفہ بخشی گئی ہیں جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں محبوب کی گئی ہیں۔ ایک خوشبو' دوسری عورتیں اور تیسری میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز۔ یہ سب چیزیں آپ کی طرف اس وقت منسوب کی گئیں جب آپ ان سے نکل گئے اور وہ آپ سے علیحدہ کر دی گئیں۔ جس

پر ہم سابقاً اشارہ کر آئے ہیں (یعنی جب صیغہ مجہول ظاہر کرتا ہے کہ ان چیزوں سے آپ کی محبت طبعی یا خود اختیاری نہیں ہے بلکہ خدا کی طرف سے بطور خواہشات وظیفہ پیدا کی گئی ہے)

قال اللہ تعالیٰ انا عندالمنکسرۃ قلوبھم من اجلی. یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ان لوگوں کے پاس ہوں جن کے دل میری وجہ سے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ تمہارے پاس نہ ہوگا جب تک تمہاری کل ہستی، خواہشیں اور ارادے ٹوٹ نہ جائیں پھر جب تم چکنا چور ہو جاؤ گے اور تم میں کچھ باقی نہ رہے گا اور خدا کے سوا کسی کام کے نہ رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو (از سر نو وجود حقانی سے ولادت ثانی میں) پیدا کرے گا اور تم میں ایک ارادہ پیدا کرے گا کہ اس سے تم ارادہ کرو گے جب تم میں یہ ارادہ پایا جائے گا تو خداوند تعالیٰ پھر اسے توڑ دے گا کیونکہ تمہارا وجود اس میں پایا جاتا ہے اسی طرح تم ہمیشہ شکستہ دل رہو گے، ہمیشہ ایک نیا ارادہ پیدا کیا جائے گا اور جب تمہارا وجود اس میں پایا جائے گا توڑ دیا جائے گا۔ یہ اس وقت تک ہوتا رہے گا کہ وقت معینہ پورا ہو جائے اور لقاء الٰہی حاصل ہو (یعنی ختم حیات جسدی تک)۔

اس سے پہلے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقالہ نمبر ۴ میں فرمایا "جب تم خلق سے فانی ہو جاؤ گے تو تم سے کہا جائے گا کہ خدا تجھ پر رحم کرے اور تجھے تیری خواہشوں سے فانی کرے اور جب اپنی خواہش سے بھی فانی ہو جاؤ گے تو کہا جائے گا خدا تجھ پر رحم کرے اور تجھے تیرے ارادہ اور آرزوؤں سے فانی کرے، پھر جب ارادہ اور آرزوؤں سے فانی ہو جاؤ گے تو کہا جائے گا کہ خدا تم پر رحم کرے اور تجھے زندہ کرے، اس وقت تم کو وہ زندگی ملے گی جس کے بعد موت نہیں اور وہ غنا کہ جس کے بعد فقر نہیں، اور وہ بخشش جس کے بعد ہدش نہیں اور وہ راحت جس کے بعد سختی و غم نہیں اور وہ نعمت جس کے بعد حرمان نہیں اور وہ علم جس کے بعد جہل نہیں اور وہ امن جس کے بعد خوف نہیں اور وہ سعادت جس کے بعد شقاوت نہیں اور وہ عزت جس کے بعد ذلت نہیں اور وہ قرب جس کے بعد بعد نہیں اور وہ بلندی جس کے بعد پستی نہیں اور وہ عظمت جس کے بعد تحقیر نہیں اور وہ پاکی جس کے بعد گندگی نہیں۔ تب تم میں آرزوئیں متحقق ہوں گی اور تمہارے بارے میں مدح، ثناء کی باتیں صادق ہوں گی اس وقت تم کبریت

احمر یعنی (کیمیا) ہو جاؤ گے کہ دیکھنے میں نہ آؤ گے ایسے عزیز ہو گے جس کا مثل نہیں ایسے یگانہ جس کا شریک نہیں ایسے یکتا جس کا ہم جنس نہیں تم فرد الفرد ہو گے اور وتر الوتر' غیب الغیب ہو گے اور سر السر' اس وقت تم ہر رسول ونبی وصدیق کے وارث ہو گے اور تم ولایت سے مشرف رہو گے' تمہارے پاس ابدال آئیں گے' تمہاری دعا اور ہمت سے دکھ دور ہوں گے' تمہاری دعا سے بارش ہو گی' تمہاری برکت سے کھیتوں میں پیداوار ہو گی' تمہاری مدد سے خاص وعام اور سرحدیوں اور حکام اور رعایا و علماء اور عام امت اور کل مخلوقات سے آفتیں اور کلفتیں دور ہوں گی اور تم شہروں اور انسانوں کے حاکم و محافظ ہو گے' خدا کے حکم سے ہر معاملہ میں' لوگوں کے قدم تمہاری طرف چلنے میں مستعد ہوں گے اور ہاتھ نذر و نیاز و خدمت میں مصروف ہوں گے اور زبانیں ہر جگہ ذکر خیر اور مدح و ثناء میں مشغول۔ تمہارے بارے میں دو ایمان والے کبھی اختلاف نہ کریں گے۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام عالیہ کی شرح نہایت ہی مشکل ہے۔ تاہم سرکار کی طرف سے جو تشریح سگ درگاہ کی سمجھ میں آتی ہے وہ مختصراً عرض ہے۔ فناء اول فنا عن الخلق سے مراد یہ ہے کہ خلق سے نہ نفع ہے نہ نقصان' اس لئے خلق سے بے نیاز ہو جائے' ان سے امید رہے اور نہ خوف۔ جیسا کہ فرمایا" والقدر خیره وشره من الله تعالیٰ" یعنی اچھی اور بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس لئے مؤمن نہ لوگوں سے ڈرتا ہے اور نہ ان سے کوئی امید رکھتا ہے۔ خلقت کے دروازے پر نہیں جاتا۔ ان کے پاس جو مال یا اختیار ہے اس کا طمع نہیں رکھتا۔ فرمان رسول خدا "الحب للہ والبغض للہ" کے مطابق محبت ہے وہ اللہ کے لئے یا اللہ کی خوشنودی کے لئے اور اگر مخالفت ہے تو وہ بھی اللہ کے لئے یا اللہ تعالیٰ سے خوف کی وجہ سے۔ نیکوں سے محبت ہے تو اللہ کے لئے اور بروں سے مخالفت ہے تو اللہ کے لئے۔ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست ہے وہ مومن کا دوست ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ہے وہ اس کا مخالف ہے۔ اس کی موافقت اور مخالفت صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے موافقت اور مخالفت پر مبنی ہے اصل بات یہ ہے کہ خلق کا کوئی وجود نہیں ہے

اور نفع و نقصان وجود کے فعل ہیں اور وجود صرف اور صرف حق تعالیٰ کا ہے اس لئے نفع اور نقصان صرف اسی کا فعل ہے۔ اس لئے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا حقیقی معنیٰ لا موجود الا اللہ ہے۔ وجود واحد ہے اور وہ صرف اللہ کے لئے ہے اور خلق حکم عدم میں ہے بظاہر نظر آتا ہے کہ فعل خلق سے ہے مگر حقیقت میں وہ فعل حق تعالیٰ کا ہے۔ مثلاً ایک آدمی کسی ہتھیار سے دوسرے آدمی کو مارنے کے لئے اس پر حملہ کرتا ہے دوسرا آدمی جواباً پہلے آدمی پر حملہ کرتا ہے اس کے ہتھیار پر نہیں۔ ہاں یہ بھی ہے کہ اس سے ہتھیار چھینتا ہے یا اسے بے ہتھیار کرتا ہے یہاں تک تو ہتھیار کی اہمیت ہے مگر اصل اہمیت آدمی کی ہے جس کے ہاتھ میں وہ ہتھیار ہے۔ ہتھیار نہ بھی ہو تو آدمی دوسرے آدمی کو مارتا ہے۔ اصل آدمی ہے نہ کہ ہتھیار۔ تاہم ہتھیار کی اہمیت ہے کیونکہ ہتھیار والا آدمی بے ہتھیار آدمی سے زیادہ طاقتور ہے اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بہادر کے پاس ہتھیار ہے بزدل کے ہتھیار ایسے ہی ہے جیسے بے ہتھیار۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ اصل آدمی ہے بلکہ اصل وجود ہے جس سے فعل ہے اور اس سے بھی اچھی مثال آدمی اور لباس کی ہے۔ ظاہر بین کی نظر لباس پر ہے اور حقیقت بین کی نظر اس آدمی پر ہے جس کے اوپر لباس ہے مثلاً لباس علما کا ہے مگر علم نہیں ہے۔ لباس سپاہیوں والا ہے مگر فن سپاہ گری سے نابلد ہے۔ لباس بہادروں والا ہے مگر ہے بزدل' یا دیکھنے والا نیک نظر آتا ہے مگر ہے بد! حقیقت کے نزدیک مثال یہ ہے کہ ایک حقیقت ہے دوسری صورت' ایک آدمی ہے دوسرا اس پر لباس' ظاہر بین کی نظر لباس پر ہے وہ اس آدمی کے ہر فعل کو لباس سے دیکھتا ہے مگر حقیقت بین کی نظر اس آدمی پر ہے جس پر وہ لباس ہے وہ ہر فعل کو اس آدمی سے دیکھتا ہے جس پر وہ لباس ہے آدمی حرکت کرتا ہے تو اس کا لباس حرکت کرتا ہے آدمی ساکن ہوتا ہے تو وہ لباس ساکن ہوتا ہے لباس کو ایک تعین ہے اور آدمی وہ ہے جو اس لباس میں متعین ہے۔ فعل متعین کا ہے نہ کہ تعین کا۔ فعل شخص کا ہے نہ کہ اس شخص کی صورت کا۔ حالانکہ فعل صورت سے نظر آتا ہے فعل وجود کا ہے نہ کہ موجود کا جس میں وہ وجود ظاہر ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ وجود صرف اور صرف ذات باری تعالیٰ کا ہے۔ اس لئے صفت بھی اسی کی ہے' اسم بھی

اسی کا ہے اور فعل بھی اسی کا اور فعل کے لئے قدرت بھی اسی کی۔ سب کچھ وجود کا ہے عدم کا نہیں جو لاشے ہے وہ شے کیسے ہو سکتا ہے۔ وجود کا اہل صرف اور صرف ذات باری تعالیٰ ہے اس لئے موجود بھی صرف اور صرف وہی ہے اس لئے واحد ہے اور یہی ہے وحدت الوجود جس کو علماء ظواہر اور علماء رسوم خلاف شریعت مطہرہ سمجھتے ہیں حالانکہ وحدت وجود میں ہے اور کثرت وجود کے مراتب میں، وجود کی صورتوں میں، وجود کے مظاہر میں اور شریعت مطہرہ کا تعلق مراتب وجود سے ہے اس لئے اگر وجود پر نظر ہے تو وحدت ہے اور مراتب پر نظر ہے تو کثرت۔

ہر مرتبہ از وجودے حکمے دارد ۔۔۔ گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

یعنی حقیقت کے اعتبار سے ہر مرتبہ وجود عین وجود ہے مگر مرتبہ کے اعتبار سے ایک مرتبہ دوسرے سے افضل ہے اور یہ ہے حفظ مراتب یعنی ہر مرتبہ کو اپنے مقام پر رکھنا مرتبہ کا لحاظ نہ رکھنا زندقہ یعنی بے دینی اور الحاد ہے۔ اس لئے نیک نیک ہے اور بد بد۔ عالم عالم ہے اور جاہل جاہل ہے۔ ایک متقی اور پرہیز گار ہے دوسرا بد عمل اور گناہ گار، دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں شریعت مطہرہ کی پابندی بہر حال لازمی ہے اسی لئے فناء دوم فناء عن النفس ہے یعنی نفس کا فنا ہو جانا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نفس طابع خدا و رسول خدا ﷺ ہو جائے، اپنی کوئی خواہش نہ رہے، ہر خواہش تابع شریعت مطہرہ ہو جائے اور حفظ مراتب کا عادی ہو جائے اور فناء سوم فناء عن الارادہ ہے یعنی تیرا اپنا کوئی ارادہ نہ رہے، تیرا ارادہ تابع ارادۂ الٰہی ہو جائے تیری اپنی کوئی آرزو نہ رہے تیرا اپنا کوئی پلان یا پروگرام نہ رہے ایک پروگرام جو چل رہا ہے، الٰہی پروگرام ہے اسی میں تیرا پروگرام فنا ہو جائے، تیری کوئی اپنی خواہش نہ رہے اور نہ کوئی آرزو رہے، جو خدائی پروگرام ہے وہی تیرا پروگرام ہے، یہ بھی درحقیقت فنائی الوجود ہے، وجود یا ہستی Being صرف خدا ہی ہے اور پروگرام اور عمل سب وجود کا ہے عدم کا نہیں۔ سالک کا اس پروگرام میں فنا ہو جانا ہی فقیری ہے اسی لئے جناب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقیر کی شرح میں فرماتے ہیں۔

(ف) فاء الفقیر فناؤہ فی ذاتہ

و فراغہٗ عن نعتہ و صفاتہ

یعنی فقیر اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہے اور اپنی ذات اور صفات سے فارغ ہے۔

والقاف (ق) قوت قلبه به حبيبه

و قيامهٗ لله في مرضاته

یعنی (ق) سے مراد ہے کہ فقیر کے دل کی قوت اپنے محبوب خدا تعالیٰ سے ہے اور اس کا قیام اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی مرضیات میں فنا ہو جاتا ہے۔

والياء (ى) يرجو ربهٗ ويخافه

ويقوم باالتقوى حق تقاته

اور (ی) سے مراد ہے کہ فقیر اپنے رب کی طرف رجوع کئے ہوئے ہے اور صرف اسی سے ڈرتا ہے اور تقویٰ میں اس طرح قائم ہے جس طرح تقوی کا حق ہے۔

والرّ (ر) رقت قلبه وصفاءه

ورجوعهٗ لله عن شهواته

اور (ر) سے مراد ہے کہ فقیر کا دل نرم اور پاک صاف ہوتا ہے اور اپنی خواہشات نفسانی سے فارغ ہو کر ہر دم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کئے ہوئے ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ فقیر وہ ہے جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہے یعنی اپنے آپ سے فانی اور خدا کے ساتھ باقی ہے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی مشہور تصنیف کشف المحجوب میں فقیر کی یہی تعریف فرمائی ہے۔

حضور پر نور جناب غوث اعظم پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض یافتہ اور فرزند روحانی حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فنا کے عمل کو سات مدارج میں تقسیم فرماتے ہیں۔

۱۔ **فنا عن العصیان:** اس کے دو مدارج ہیں۔ پہلا یہ کہ گناہ سے ایسی توبہ کہ خیال گناہ بھی نہ آئے۔ اور جب یہ حال پختہ ہو جائے تو دوسرا درجہ یہ ہے کہ سالک اپنے فعل کو اپنی طرف منسوب نہ کرے کیونکہ اپنی طرف منسوب کرنا گناہ ہے کیونکہ اس مقام پر سالک حضرت النور المحض جو کہ خیر محض ہے کہ حضور میں ہے جہاں گناہ کا ارتکاب ممکن ہی نہیں۔ اس

لئے انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ معصوم ہیں اور اولیاء کرام محفوظ ہیں یعنی حفاظت الٰہی میں ہیں۔

﴿۲﴾ **فنا عل الافعال**: اس میں سالک مشاہدہ کرتا ہے کہ درحقیقت افعال کا فاعل خود حق تعالیٰ ہے کیونکہ وہی افعال کا خالق ہے جیسا کہ فرمایا "ان اللہ خلقکم و مایفعلون" یعنی بے شک اللہ تمہارا خالق ہے اور تمہارے افعال کا۔ حضرت امام احمد حنبل قدس سرہ فرماتے ہیں "اعمال کا خالق تو حق تعالیٰ ہے مگر عمل کے اعتبار سے وہ بندے کا فعل ہے۔

﴿۳﴾ **فنا عن الخلق**: خلق خدا سے نظر اٹھ جائے اور صرف حق تعالیٰ کو دیکھے کیونکہ درحقیقت حق تعالیٰ ہی دیکھنے اور سننے والا ہے خدا اپنے آپ کو تم میں تمہاری آنکھ سے دیکھتا ہے۔ عارف وہ ہے جو حق کو حق سے حق میں حق کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور جو حق کو حق سے حق میں اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے وہ غیر عارف ہے اور جو حق کو غیر حق سے غیر حق میں اپنی آنکھ سے دیکھنا چاہتا ہے وہ جاہل ہے۔

﴿۴﴾ **فنا عن النفس**: یعنی سالک کا اپنی ذات سے فنا ہو جانا' اپنے تعین یعنی عین کے عدم اور اپنی حقیقت کے وجود اور دوام کا ادراک اور مشاہدہ کرنا' یعنی سالک کا اپنے آپ سے فنا اور حق تعالیٰ کے ساتھ بقا یعنی باقی ہونا ہے۔

﴿۵﴾ **فنا عن العالم**: یعنی عالم کے حدوث سے فنا یعنی اس کے حدوث کو نہ دیکھنا بلکہ اس کی حقیقت جس کا عالم مظہر ہے۔ مشاہدہ کرنا' اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عالم ظہور حق اور حق حقیقت عالم یا روح عالم ہے۔

﴿۶﴾ **فنا عن ماسوای**: یعنی جملہ ماسویٰ حق سے فنا حتیٰ کہ عمل فنا سے بھی فنا یعنی فنا عن الفنا سالک کو عمل فنا کا ہوش نہیں رہتا' سالک کا وجود نہیں رہتا صرف وہ ایک رسم رہ جاتی ہے۔

﴿۷﴾ **فنا عن الصفات و شیونات حق**: یہ مقام بہت ادق اور غیر مدرک ہے صفات حق سے گزر کر ذات حق کا عرفان اور مشاہدہ ہے خدا خود ہی شاہد اور خود ہی مشہود ہے اور جملہ موجودات عالم میں سوائے حق کے دوسرا موجود نہیں ہے اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ عالم کو "حق فی الظہور" کہتے ہیں۔ حق تعالیٰ عالم کی حقیقت بے علت یا سبب نہیں کسی سبب کا اثر یا نتیجہ نہیں

بلکہ اس کی حقیقت اور اصل ہے اس لئے آپ ﷺ کے نزدیک حق تعالیٰ کے اسماء حسنی مثلاً خالق، مصور اور معطی وغیرہ کے وہ معنی نہیں جو عام طور پر سمجھے جاتے ہیں۔ مثلاً وہ فعل خلق سے ظہور مراد لیتے ہیں جیسا کہ حقیقت اپنی ایک صورت پر ظاہر ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ اور اس کے اسماء و صفات کی مثل نہیں اس لئے کوئی مثال نہیں دی جاسکتی۔ تاہم کچھ سمجھنے کے لئے مثال کے طور پر پانی ایک حقیقت ہے جو قطرے کی صورت پر ظاہر ہے اور دریا اور سمندر کی صورت پر بھی وہی پانی ظاہر ہے مثلاً انسانیت پر نظر ہو تو وہ سب انسان ہیں مگر ظاہر پر نظر ہو تو ایک انسان نیک ہے اور دوسرا بد۔ (جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے) آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ فنا کی آخری اور کامل منزل ہے جس میں وجود مطلق حقیقی و کلی کی لازمی وحدت یعنی واجب الوجودیت کا مکمل کامل اور اکمل ظہور ہے جو عالم کی ہر شے میں ظاہر و باہر ہے۔ ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیم لیس کمثلہ شیٔ وھو السمیع البصیر۔

اور فنا کی شرح میں فرماتے ہیں کہ فنا کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ہم غیریت کی جہالت سے فنا اور وجود کلی کی لازمی وحدت کے وجدانی علم کی بقا۔ صوفی اپنے آپ سے مرتا نہیں بلکہ اپنے علیحدہ وجود کی عدمیت کو جان لیتا ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ مر بھی جائے اور اسے خدا کا ہوش بھی ہو۔ ہوش کا ہونا خود اس کے ہونے کی دلیل ہے اور اگر کہا جائے کہ وہ بے ہوش ہو جاتا ہے تو یہ مثل نیند کے ہے جس میں وہ نہ اپنے ساتھ ہے اور خدا کے ساتھ۔ اسے نہ اپنا ہوش ہے اور نہ خدا کا ہوش۔ وہ تو سویا ہوا ہے بلکہ جاہل ہے، حجاب میں ہے۔ یہ جذب نہیں، صحیح جذب وہ ہے جس میں بندہ کو اپنا ہوش نہیں مگر خدا کا ہوش ہے۔ دوسرے معنی میں فنا کا مطلب ہے تجدد امثال موجودات عالم میں ہر موجود ہر لمحہ خلق جدید یعنی نئی پیدائش کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ تجلی الٰہی اس کی پہلی مثل کو فنا کر دیتی ہے اور اسی لمحہ دوسری نئی مثل میں اس کو ظاہر کر دیتی ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء ممیت اور محی کار فرما رہتے ہیں مگر یہ عمل اتنی تیزی اور سرعت سے ہوتا ہے کہ انسانی آنکھ اس عمل فنا اور معاً بقا کو ادراک نہیں کر سکتی۔ اس کی تفصیل کتب تصوف میں اور شیخ الاکبر ﷺ کی تصنیفات میں موجود ہے اور دیکھئے میری کتاب روح اسلام

(یعنی تصوف) اور تحقیق الامم فی شرح فصوص الحکم

حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "فنا" سے مراد بندہ کا اپنے آپ سے 'اپنے وجود سے بلکہ جملہ خلق سے اس طرح گزرنا کہ وجود مطلق وجود حقیقی وکلی کی لازمی وحدت کا ادراک 'وجدان 'علم' مشاہدہ اور تجربہ ہو جائے۔ حقیقت الحقائق ازلی اور اصلی سچائی کا علم ہو جائے آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ وہ خدا ہو گیا ہے 'یا کہتا ہے کہ وہ اپنے آپ سے حقیقی معنوں میں مر گیا ہے وہ جاہل ہے اور جو خدا کے ساتھ اپنے آپ کو بھی دیکھتا ہے وہ مشرک ہے۔ سچا صوفی اور موحد وہ ہے جسے جمال مطلق کا علماً وحالاً مشاہدہ ہوتا ہے وہ سوائے وجود واحد' وجود مطلق کے اور کسی کو نہیں دیکھتا کیونکہ وجود صرف اور صرف حق تعالیٰ کے لئے ہے۔ فنا سے مراد نہ تو اتحاد ہے (خدا اور بندے کا) نہ حلول ہے (بندے کا خدا میں) اور نہ صیر ورت ہے (بندے کا خدا ہو جانا) کیونکہ سب میں دو وجود ثابت ہوتے ہیں حالانکہ وجود ایک ہے۔ پس فنا وحدت وجود کا یقینی علم اور حال ہے۔ فناء غیریت بلکہ وہم غیریت سے فنا ہے اور بقاء عینیت کا یقینی علم۔ مشاہدہ وحال ہے میرے شیخ حضرت امام جلوی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے تو کمال کر دی کہ جب ان سے فنا اور بقاء کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا "فنا یہ ہے کہ غیر سے نظر اٹھ جائے اور بقاء یہ ہے کہ عین پر نظر جم جائے"

سبحان اللہ! تصوف کے مشہور مسئلہ فناء وبقاء کو ایک جامع جملہ میں بیان فرمادیا۔ بحر بیکراں کو ایک کوزہ میں بند کر دیا۔

کجا غیر کو غیر کو نقش غیر
سوی اللہ واللہ ما فی الوجود

در حقیقت غیر کا وجود نہیں ہے بلکہ عدم محض ہے وجود صرف اور صرف حق تعالیٰ ہی کا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب بحرمت محبوب رب الارباب سید المرسلین 'خاتم النبیین 'شفیع المذنبین ' رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایم شاہد ودود تبسم

ایک دفعہ حضرت شیخ ابو صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے راستے میں ایک ندی بہہ رہی تھی جس میں ایک سیب بہتا ہوا نظر آیا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آگے بڑھ کر سیب کو ندی سے نکال لیا' سیب نہایت خوش رنگ تھا اس کی خوشبو آپ کو کچھ ایسی پرکشش معلوم ہوئی کہ آپ نے سیب کو کھالیا' کھانے کے بعد آپ کو خیال ہوا کہ خدا جانے کہ سیب کس شخص کا تھا اور کیسے ندی میں بہہ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس سیب کے مالک کی اجازت کے بغیر کھالینا تقوی کے خلاف معلوم ہوا چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرف روانہ ہوگئے جس طرف سے آرہا تھا تاکہ اس کے مالک کو تلاش کر کے اسے یہ ماجرا کہہ سنائیں اور وہ سیب جو آپ نے بھول سے کھالیا تھا اسے بخشوالیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آٹھ دس میل پیدل ہی چلے ہوں گے کہ ایک باغ نظر آیا اور وہ ندی جس میں سیب بہہ رہا تھا اسی باغ میں سے گزری ہوئی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے باغ کے مالک کے بارے میں دریافت کیا تو وہ اسی باغ میں مل گیا۔ حضرت شیخ ابو صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے باغ کے مالک کو تمام قصہ کہہ سنایا اور معافی اور عفو کے طالب ہوئے۔ اس باغ کے مالک حضرت سید عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلیل القدر ولی اللہ تھے۔ انہوں نے جب حضرت شیخ ابو صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گفتگو سنی اور ان کے اس درجہ زہد و تقوی کو دیکھا تو حیران رہ گئے۔ اور جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شجرہ نسب دریافت فرمایا تو وہ جناب مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم تک نور علی نور پایا۔ کچھ دیر تامل کرنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ برخوردار! ایک شرط پر معافی مل سکتی ہے۔ حضرت شیخ ابو صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے استفسار فرمایا کہ وہ کون سی شرط ہے جو عفو کا سبب بن سکتی ہے۔ اس پر حضرت سید عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ لو سنو! وہ شرط یہ ہے کہ میری ایک لڑکی ہے جو آنکھوں سے اندھی ہے کانوں سے گونگی ہے اور پاؤں سے لنجی بھی'۔ تمہیں اس لڑکی سے نکاح کرنا ہوگا۔ جناب

حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر تردد میں پڑ گئے۔ ایک طرف تو یہ خوف تھا کہ میں نے جو سیب کھایا ہے جب تک اس کا مالک معاف نہ کر دے وہ لقمہ حرام ہے اور دوسری طرف ایک ایسی عورت سے نکاح جو نہ بول سکتی ہو نہ سن سکتی ہو اور نہ ہی چل سکتی ہو! ساری زندگی کا ساتھ ہے اور ایسی رفیقہ حیات! ایسی عورت کے تصور نے انہیں پریشان کر دیا۔ آخر ان کے ذہن میں کچھ اس قسم کے خیالات آئے کہ زندگی چند روزہ اور فانی ہے' جوانی ڈھلنے والی چیز ہے۔ حضرت شیخ ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ نے آخر کار نکاح کا فیصلہ کر لیا اور نہایت جواں مردی سے فرمایا' ہاں مجھے یہ شرط منظور ہے!۔ یہ سن کر حضرت سید عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ نے سیب کھانے کی غلطی معاف فرما دی اور فرمایا کہ آج شام نکاح ہو جائے گا۔ چنانچہ اسی شام نکاح ہو گیا' بعد از نکاح جب شیخ ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ حجلہ عروسی میں داخل ہوئے تو وہاں ایک نہایت خوش اندام اور خوش شکل جوان لڑکی کو پایا۔ یہ خیال کر کے کہ یہ کوئی نامحرم ہے الٹے پاؤں نکل آئے۔ جب خسر معظم سید عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ یہ تو زوجہ منکوحہ کے سواء کوئی اور عورت ہے جو ہر طرح سے تندرست ہے۔ نہ اندھی ہے نہ گونگی ہے اور نہ ہی اپاہج! حضرت سید عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کو حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ کو مسکراتے ہوئے فرمایا کہ مبارک ہو! یہی تمہاری زوجہ ہے۔ پھر حضرت سید ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ کی حیرانگی پر انہوں نے فرمایا کہ اندھی اس لئے ہے کہ اس نے کبھی نامحرم پر نظر نہیں ڈالی' گونگی اس لئے کہا تھا کہ اس نے زندگی بھر بد کلامی نہیں کی اور لنجی اس لئے گردانا کہ اس نے گھر سے باہر کبھی قدم نہیں رکھا۔

اللہ اکبر! اس عارفہ وصالحہ خاتون کا نام نامی فاطمہ اور لقب ام الخیر تھا۔ جو کہ حضرت سید شیخ ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ اور حضور غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ اس پاکیزہ و مطہر ماں کے بطن سے حضور سید ناسرکار بغداد رحمۃ اللہ علیہ اس وقت تولد ہوئے جب ام الخیر فاطمہ کی عمر عزیز ساٹھ برس تھی۔ یقیناً یہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی کرامت عالیہ ہے۔

ربیع الثانی حضور سیدنا غوث الاعظم تجلی نور قدم' ضیاء سراج الظلم' نور ھدیٰ' قبلہ اہل صفاء' نائب شفیع المذنبین' دلیل راہ یقین' شیخ دارین' ہادی الثقلین کریم الطرفین' غوث الثقلین' قطب الاقطاب' فرد الاحباب حضور پرنور' پیران پیر' روشن ضمیر' شیخ الاسلام محی الدین' ابو محمد سیدنا

ومولیٰنا الشاہ عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی البغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مہینہ ہے۔ اس مہینے کی گیارہ تاریخ کو مطابق ۵۶۱ھ یا ۵۶۷ھ کو آپ کا وصال ہوا۔ مختلف مورخین آپ کا وصال ۸، ۹، ۱۳ اور ۱۷ ربیع الآخر بھی بتاتے ہیں۔ پاک و ہند میں ہر سال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس مبارک ۱۱ ربیع الثانی اور بغداد شریف میں جہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روضہ مبارک مرجع خلائق ہے ۱۷ ربیع الآخر کو نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ مشرق و مغرب میں گیارہویں شریف کی محافل سجتی ہیں جن میں آپ کے فضائل و شمائل اور مناقب بیان کئے جاتے ہیں۔

غوث الاعظم سیدنا سرکار بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۴۷۰ یا ۴۷۱ ہجری میں بحیرۂ خزر کے جنوبی ساحل پر قصبہ طبرستان کے ایک مضاف جیلان میں ماہ رمضان المبارک کی پہلی شب کو تولد ہوئے۔ جیلان گیلان کا معرب ہے اسی لئے یہاں کے باشندوں کو جیلانی یا گیلانی کہتے ہیں۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسنی حسینی سید تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات اولیٰ و اعلیٰ صفات کی جامع اور منبع کرامات تھی۔ آپ کی والدہ حضرت ام الخیر فاطمہ رحمت اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے رمضان بھر دن میں کبھی دودھ نہ پیا۔ فرماتی ہیں! ایک روز مطلع ابر آلود تھا، چاند نظر نہ آسکا لوگوں نے آکر مجھ سے پوچھا۔ میں نے کہا آج دن بھر میرے لڑکے عبدالقادر نے دودھ نہیں پیا ہے۔ بعد میں معلوم ہو کہ اس دن رمضان کی پہلی تاریخ تھی۔

؎ غوث الاعظم متقی ہر آن میں
دودھ چھوڑا ماں کا ماہ رمضان میں

۴۸۸ھ میں جبکہ محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اٹھارہ برس کی تھی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار کے مہینے میں اپنے کھیتوں میں ہل چلانے میں مشغول تھے کہ ہاتف غیب نے آپ کو مخاطب کر کے کہا "اے عبدالقادر! تم ہل چلانے کے لئے پیدا نہیں ہوئے ہو"۔ آپ نے جب یہ آواز سنی تو دل دھڑکنے لگا، جسم پر لرزہ طاری ہو گیا، ہل کی لٹھی چھوڑ دی اور زمین پر بیٹھ گئے۔ دل میں سوچنے لگے کہ آیا واقعی میں ہل چلانے کے لئے پیدا نہیں ہوا اور اگر ایسی ہی بات ہے تو میں کس کام کے لئے عالم وجود میں آیا ہوں؟ اس کشمکش کے عالم میں محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیلوں کو ایک طرف

باندھ دیا۔ ہل ایک طرف رکھ گھر کی راہ لی۔ گھر کے دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ والدہ محترمہ حضرت ام الخیر فاطمہ رحمت اللہ علیہا نے دروازہ کھولا آپ انتہائی تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ گھر میں داخل ہوئے' جسم پر کپکپی طاری تھی۔ والدہ محترمہ نے یہ ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ بیٹا عبدالقادر! کیا ماجرا ہے؟ کیوں آج جلدی واپس لوٹے ہو؟ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارا واقعہ بیان فرمادیا۔ والدہ محترمہ یہ ماجرہ سن کر کچھ دیر خاموش رہیں اور پھر نہایت دھیمی آواز سے کہا کہ بیٹا سروش غیب نے سچ کہا ہے۔ تمہیں خدا نے بیل ہانکنے اور ہل چلانے کے لئے واقعی پیدا نہیں فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اس وقت اٹھارہ برس تھی اور والد بھی وفات پاچکے تھے۔ چنانچہ والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر جیلان سے عازم بغداد برائے تحصیل علوم ہوئے۔ اسی پہلے سفر پر ساٹھ رہزنوں کو اپنی ازلی حق پرستی کی طاقت سے راہ راست پر لائے۔ چنانچہ وہ سب کے سب آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ بغداد میں علوم قرآن' حدیث' فقہ اور دیگر علوم میں مہارت حاصل کی اور تھوڑے ہی عرصے میں ممتاز ہوگئے آپ فقہی مسائل میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے۔ ۵۲۱ھ میں بہ اشارہ حضور رسالت مآب ﷺ اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ منبر پر وعظ کہنا اور تبلیغ کرنا شروع کردیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہر مجلس میں ستر ہزار حاضرین کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ چار سو اشخاص آپ کا کلام لکھتے تھے۔ تاثیر کلام کا یہ عالم تھا کہ سامعین کی اکثریت لذت ذوق وشوق سے جاں بحق ہو جاتی۔ بعض پر بے خودی و وجد طاری رہتا اور کئی کئی دن ہوش میں نہ آتے۔ آپ کے ایک مرید حضرت شیخ ابو سعید قیلوی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کی مجلس وعظ میں میں نے بار بار رسول اللہ ﷺ دیگر پیغمبران علیہ الصلوٰۃ والسلام ملائکہ اور جنات کو صف بہ صف دیکھا ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس مبارک میں ہمہ وقت اولیاء اللہ کی بھیڑ رہتی جو شریعت وطریقت کے اس آفتاب سے اپنی اپنی قنادیل روشن کرتے۔ آپ کے تلامذہ ارشد نے دنیا بھر میں آپ کے دیئے ہوئے پیغام محبت کو عام کیا۔ مثال کے طور پر جس خطے کو آج کل پاکستان کہا جاتا ہے یہاں پر بھی گجرات کے مقام پر آپ کے خلیفہ حضرت شاہ دولہ سرکار رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مرجع

خلائق ہے جس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اس خطے میں اشاعت اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔ سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے امام شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید ہیں چنانچہ اس طرح کے ان گنت اولیاء اللہ مجلس پرانوار تجلیات میں فیضان قادریہ سے مستفیض ہوتے۔ ایک روز حضور سید ناسرکار بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوکر وعظ فرمارہے تھے' دوسو کے قریب اولیاء اللہ حاضر مجلس تھے۔ درمیان خطبہ آپ نے فرمایا "قَدمی هٰذا علٰی رقبۃ کُلِ ولی اللہ (میرے پاؤں تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہیں) شیخ علی ہیتی اٹھ کر منبر کے پاس آئے اور حضرت غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پائے مبارک اٹھا کر اپنی گردن پر رکھا۔ اس پر تمام اولیاء نے گردنیں جھکالیں۔ روایت ہے کہ اکثر اولیاء جو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے گزرے ہیں انہوں نے اپنے نورباطن سے ظہور نور غوثیہ کی پیش گوئی کی تھی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف و توالیف میں فتوح الغیب' جلاء الخاطر' فتح الربانی اور قصائد زیادہ مشہور ہیں جبکہ بعض مورخین نے تفسیر قرآن کریم سمیت گیارہ اور کچھ نے ۶۹ تعداد بتائی ہے۔ آپ کا فارسی دیوان بھی باقاعدہ طبع شدہ حالت میں موجود ہے جس میں موجود کلام کیمیا اثر بزرگان دین وظائف کے طور پر تجویز کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عربی اور فارسی نثر اور نظم ہردو میں موجود کلام آپ کے عشق خداوندی اور الفت رسول وآل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشکلات کے حل کے لئے ایک مجرب نسخہ صلوٰۃ غوثیہ کی صورت میں پیش فرمایا ہے۔ اس حقیقت کا ذکر مختلف ادوار کے فقہاء نے اپنی اپنی تصانیف میں کیا ہے۔ اس کی ادائیگی کا ایک مخصوص طریقہ ہے جو امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ صادق شہابی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ اور مولینا سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی مدظلہ العالی کی کتب میں مذکور ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیس سے زائد فرزندان ارجمند تھے جن میں سے چند ایک کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

﴿۱﴾ حضرت شیخ سیف الدین عبدالوہاب ﴿۲﴾ حضرت شیخ شرف الدین عیسی

﴿۳﴾ حضرت شیخ ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ ﴿۴﴾ حضرت شیخ شمس الدین عبد العزیز
﴿۵﴾ حضرت شیخ تاج الدین ابو بکر عبد الرزاق ﴿۶﴾ حضرت شیخ سید ابو الفضل محمد
﴿۷﴾ حضرت شیخ ابو زکریا ﴿۸﴾ حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نصر موسیٰ

حضرت شیخ سیف الدین عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے سب سے بڑے فرزند اور حضرت ضیاء الدین ابو نصر موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ تمام کے تمام فرزند آپ کے خلفاء اور شاگرد تھے۔ جنہوں نے خالصتاً اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے لئے دنیا کے گوشے گوشے عشق الٰہی کا پیغام پہنچایا۔ اور لاکھوں بلکہ کروڑوں دنیا پرستوں کو دین پرست بنایا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(بقیہ : مکتوب تبع بنام پیغمبر اسلام ﷺ)

چنانچہ ناقہ مبارک نے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ کے سامنے قیام فرمایا اور پھر نبی اکرم ﷺ دار ابو ایوب میں رونق افروز ہوئے، یہ وہ گھر تھا جو حضرت تبع نے بنایا تھا۔ (آلوسی روح المعانی محولہ بالا ص ۱۱۸)

اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اسی جلیل القدر عالم کی اولاد سے تھے جس کو یہ خط ملا تھا انہوں نے مذکورہ بالا عریضہ پیش کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ پڑھ کر سنائیں۔ (پیر کرم شاہ الازہری ضیاء القرآن محولہ بالا ص ۴۴۳)

حضور ﷺ کو جب یہ خط سنایا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مرحبا تبع الاخ الصالح ثلاث مراۃ (ایضاً آلوسی ص ۱۱۸)

(میں اپنے نیک بھائی تبع کو مرحبا کہتا ہوں! حضور نے تین بار یہ الفاظ دہرائے) اور ان کی شفاعت کی درخواست کو منظور فرمایا۔ (ایضاً پیر کرم شاہ ص ۴۴۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ ایک ہزار سال سے سرور کونین ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار فرما رہے تھے۔

کرامات حضرت غوث اعظم

تحریر خالد نور قادری ڈاکٹر (ہومیو پیتھک)

گر کسے واللہ بہ عالم از مے عرفانی است — از طفیل شاہ عبدالقادر گیلانی است

ترجمہ: خدا کی قسم اگر دنیا میں کوئی شخص عرفان ایزدی کی شراب سے (مخمور) ہے، تو اسے یہ کیفیت حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے طفیل ہی نصیب ہوئی ہے۔

کرامت کی تعریف: حضرت امام عمر نسفی نے اپنی تصنیف (عقائد) میں لکھا ہے کہ کرامات اولیاء حق ہے۔ پس کرامت خرق عادت کے طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ (۲) علامہ تفتازانی نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ ولی کی کرامت خرق عادت کے طور پر اس سے ظاہر ہوتی ہے (نبوت کا دعوی کرنے کے بغیر) اور اسی بارے میں آگے چل کر وہ فرماتے ہیں کہ خرق عادت کی نسبت اگر حضور سرور کونین کے ساتھ ہو تو وہ معجزہ ہوگا۔ اور اگر یہ خرق عادت اس کی امت کے بعض آدمیوں کی طرف منسوب ہو تو اس کو کرامت کہیں گے لہ ولی کی کرامت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے قانون پر استقامت فعل ہے۔ ولایت کے بھید کی باتیں کرنا نقص ہے۔ اور اس کی نسیم کی گھات میں لگے رہنا کرامت ہے۔ کرامت اس کا نام ہے کہ کسی ولی کے دل پر خدا کے نور کے عکس کا اثر نور کلی کی روشنی کے چشمہ سے فیض الٰہی کے واسطہ سے پڑے۔ اور یہ امر ولی پر اسکے اختیار کے بغیر ہی ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ نبیوں کے ارشادات، حقیقی اطلاعات۔ نوری ارواح قدسی اسرار، روحانی انفاس، پاکیزہ مشاہدات کے ساتھ خاص ہوتے ہیں۔ حاشیہ ۲

کرامت پر استدلال: سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی کرامات نہایت معتبر اور سچے راویوں کی زبان سے ہم تک پہنچی ہیں جن کا انکار ناممکن ہے کیونکہ دنیا کے تمام واقعات کی بنیاد ہی شہادت پر ہے اور اس چیز کا نام تاریخ ہے جو محض عینی شاہدوں کے بیانات کا مجموعہ ہوتی ہے۔ چنانچہ جب ہم سنتے ہیں کہ حضرت عیسی نے مردوں کو زندہ کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدہا بن گیا۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کنکریوں نے کلمہ پڑھا۔ تو اس سے انکار کی

کوئی منطقی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ صرف تعجب کی بنا پر انکار کرنا سخت حماقت ہے کیونکہ شہادت اس پایہ کی ہے کہ کوئی شخص بھی اسے جھٹلانے کی جرأت نہیں کر سکتا ہر چند کہ آدمی کو چاند پر چہل قدمی کرتے ہم نے بچشم خود وہاں جا کر نہیں دیکھا۔ لیکن پھر بھی انکار ممکن نہیں کیونکہ اس کی تصدیق اس قدر کثیر لوگوں نے کی ہے کہ اس پر یقین نہ کرنا سراسر بے وقوفی ہے بالکل اسی طرح حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے جو کرامات سرزد ہوئی تھیں انہیں بغداد کی پوری آبادی اپنی آنکھوں سے دیکھتی تھی اور ان کا بیان اس قدر تواتر اور تسلسل کے ساتھ ہوا ہے کہ انکار کی گنجائش نہیں حتیٰ کہ ابن تیمیہ ایسا عالم جو اپنی علمیت کے زعم میں کرامات سے قطعی کوئی دلچسپی نہیں رکھتا وہ بھی سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی کشف و کرامات کا قائل ہو کر اعلان کرتا ہے ۔حاشیہ ۳۔

حضرت شیخ کی کرامتیں : شیخ قدوہ ابو الحسن علی قرشی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ۵۵۹ھ میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر تھا اور روافضہ کی ایک جماعت سلے ہوئے مہر شدہ دو تھیلے لے کر حاضر ہوئی اور حضرت سے سوال کیا ان دونوں تھیلوں میں کیا چیز ہے۔ آپ نے کرسی پر سے اتر کر ان میں سے ایک تھیلے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اس میں ایک اپاہج بچہ ہے یہ کہہ کے اپنے صاحبزادے شیخ عبد الرزاق کو حکم دیا کہ اس تھیلے کو کھولو۔ چنانچہ جب اسے کھولا گیا تو واقعی اس میں ایک اپاہج بچہ موجود تھا۔ آپ نے اس پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ ”خدا کے حکم سے کھڑا ہو جا“ یہ سنتے ہی وہ بچہ کھڑا ہو کر بھاگنے لگا۔ پھر دوسرے تھیلے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ ”اس میں ایک صحت مند بچہ ہے“ جب اس کو کھولا گیا تو واقعی اس میں سے ایک بچہ نکل کر بھاگنے لگا۔ لیکن حضرت شیخ نے اسکی پیشانی پکڑ کر فرمایا کہ ”بیٹھ جا“ لہذا وہ آپ کا یہ حکم سنتے ہی وہیں بیٹھ گیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر روافضہ کی پوری جماعت ایمان لے آئی۔ مزید برآں یہ واقعہ دیکھ کر اسی مجلس میں تین اشخاص کی روح پرواز کر گئی۔ حاشیہ ۴

سانپ کا حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہمکلام ہونا : احمد بن صالح بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت شیخ رضی اللہ عنہ کے مدرسہ میں داخل ہوا، تو وہاں بہت سے فقراء و فقہاء کا

اجتماع تھا اور حضرت قضاء و قدر کے موضوع پر تقریر فرما رہے تھے۔ کہ اچانک چھت میں سے ایک بہت بڑا سانپ آپ کی آغوش میں گرا جس کو دیکھ کر تمام لوگ وہاں سے ہٹ گئے اور حضرت شیخ کے علاوہ کوئی بھی باقی نہ رہا لیکن اس کے باوجود آپ نے سلسلۂ تقریر جاری رکھا اور وہ سانپ کپڑوں میں سے رینگتا ہوا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گردن سے لپٹا پھر اتر کر دم کے بل زمین پر کھڑا ہو گیا اور ایک مخصوص آواز میں (جسے کوئی نہ سمجھ سکا)۔ بعد میں آپ نے فرمایا کہ سانپ نے مجھ سے کہا کہ میں نے بہت اولیاء کرام کو اس طرح آزمایا ہے۔ لیکن آپ جیسی شان کسی میں نہیں پائی اور میں نے سانپ سے یہ کہا کہ جس وقت تو چھت میں سے گرا تو میں قضاو قدر کے مسئلہ پر تقریر کر رہا تھا اور چونکہ تو صرف ایک کیڑا ہے ۔ جس کے تمام افعال قضاء و قدر کے تابع لیکن اس لئے میں اپنی جگہ قائم رہا کیونکہ اگر میں وہاں سے ہٹ جاتا تو میرے قول و فعل میں تضاد ہو جاتا۔ حاشیہ ۵

کبوتری کا انڈے دینے لگنا اور قمری کے بولنے کا واقعہ : شیخ ابوالحسن جب بیمار ہوئے تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو اس کے مکان میں ایک کبوتری اور ایک قمری پر آپ کی نظر پڑی یہ دیکھ کر شیخ ابوالحسن نے کہا "اے سردار نہ تو یہ کبوتری چھ ماہ سے انڈا دیتی اور نہ ہی یہ قمری کچھ بولتی ہے" یہ سن کر حضرت شیخ نے کبوتری سے فرمایا "اپنے مالک کو نفع پہنچا اور قمری کو حکم دیا کہ اپنے خالق کی تسبیح کر چنانچہ اسی وقت سے کبوتری بھی تاحیات انڈے دیتی رہی اور قمری بھی بولنے لگی۔ اور اس کی تسبیح سننے کیلئے بغداد کے لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ حاشیہ ۶

لوگوں کے دل آپ کے دست تصرف میں : شیخ عمر بزاز کا بیان ہے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نماز جمعہ کیلئے جا رہا تھا راستے میں کسی نے بھی آپ کو سلام نہ کیا حالانکہ آپ جس راستے سے بھی گزرتے زیارت کے لئے لوگوں کا ہجوم ہو جاتا تھا میں حیران تھا کہ آچانک آپ نے میری طرف مسکرا کر دیکھا اتنے میں چاروں طرف سے لوگوں کا ہجوم امڈ پڑا آپ نے فرمایا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے

لوگوں کے دل میرے قبضے میں ہیں چاہوں تو اپنی طرف سے پھیر دوں چاہوں تو اپنی طرف متوجہ کر لوں۔ حاشیہ ۷

مجلس وعظ سے بارش کا موقوف ہونا: روایت ہے کہ ایک روز موسلادھار بارش ہو رہی تھی اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ فرما رہے تھے۔ بعض لوگ بارش کے سبب جانے لگے تو آپ نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا اے خداوند میں لوگوں کو جمع کرتا ہوں اور تو لوگوں کو بکھیرتا ہے۔ پھر بارش خدا کے حکم سے مجلس کے اوپر بند ہو گئی اور مدرسے کے باہر بدستور ہوتی رہی اور مجلس پر ایک قطرہ بھی نہ گرتا تھا۔ حاشیہ ۸

آپ کا نام لے کر عذاب قبر سے نجات پانا: روایت ہے کہ حضور غوث اعظم کے زمانے میں ایک شخص ایسا تھا جو فسق و فجور میں مبتلا تھا لیکن اس کو آپ سے بہت عقیدت و محبت تھی۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اسے اس کے عزیزوں نے کفن دے کر دفن کر دیا، منکر نکیر نے آکر اس سے سوالات کیے بجائے ان سوالوں کے جواب میں وہ صرف یہی کہتا "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاللہ" غیب سے ندا آئی اے منکر نکیر اگرچہ میرا یہ بندہ گنہگار ہے۔ لیکن میرے محبوب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سچا محب اور عاشق ہے اس لیے میں نے اس کو بخش دیا اور قبر کو فراخ کر دیا ہے۔ حاشیہ ۹۔

آپ کے در کے کتے کا شیر پر غالب آنا: روایت ہے کہ شیخ احمدؒ زندہ شیر پر سوار ہو کر اولیاء کرام کے پاس جایا کرتے تھے اور مہمان بنا کرتے تھے۔ میزبانوں کو آپ کے شیر کے لئے ایک عدد گائے غذا کے طور پر دینی پڑتی تھا۔ ایک روز وہ بغداد آئے اور جناب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام بھیجا کہ میرے شیر کے لئے ایک عدد گائے روانہ کر دیں۔ آپ نے خادم کو حکم دیا کہ ایک عدد گائے ان کو پہنچا دو۔ خادم گائے لے کر روانہ ہوا۔ آپ کے در پر ایک لاغر سا کتا پڑا رہتا تھا وہ گائے کے پیچھے ہو لیا جب گائے کو شیر کے قریب کر دیا گیا تو شیخ احمدؒ نے شیر کو اشارہ کیا کہ یہ تیری غذا ہے۔ جب شیر گائے پر جھپٹنے لگا تو اس لاغر کتے نے ایسی پھرتی سے شیر پر حملہ کیا کہ اس کا پیٹ چاک کر دیا جس سے شیر ہلاک ہو گیا۔ شیخ احمدؒ فوراً حضرت غوث اعظمؒ کی خدمت

میں حاضر ہوئے' آپ کی دست بوسی کی اور اپنی حرکت پر نادم ہوئے۔ اسی موقع کے مطابق ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا!

سگ درگاہ جیلاں شو چوں خواہی قرب ربانی
کہ بر شیراں شرف دارد سگ درگاہ جیلانی

یعنی شاہ جیلانی کی درگاہ کا کتا ہو جا اگر تو قرب الٰہی چاہتا ہے کیونکہ شاہ جیلانی کی درگاہ کا کتا شیروں پر شرف اور برتری رکھتا ہے۔

شیخ ابوالحسن بغدادی رحمت اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ مجھے قرآن سنت پر عمل کرتے ہوئے موت آئے' آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا اور کیوں نہ ہو جبکہ تمہارے پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہیں میں نے تین مرتبہ آپ سے وہی درخواست کی اور تینوں مرتبہ آپ نے وہی جواب دیا۔ صبح اٹھ کر میں نے خواب اپنے والد سے بیان کیا پھر ہم دونوں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں اس وقت پہنچے جب آپ رضی اللہ عنہ وعظ فرما رہے تھے ہمیں دیکھ کر فرمایا تم میرے پاس بغیر دلیل کے نہیں آئے' پھر فرمایا جس کے رہنما جناب رسول اللہ ﷺ ہوں اور جس کا پیر عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ عنہ) ہو تو اس میں بزرگی کیسے نہ ہو۔ آپ نے کاغذ قلم منگوایا اور ہم دونوں کو خلافت کی سند لکھ دی۔ شیخ ابوالحسن علی ہیتی نے فرمایا کہ کسی شیخ کے مرید اس قدر نیک بخت نہیں جس قدر نیک بخت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مرید ہیں۔ شیخ ابوسعید قیلوی نے فرمایا کہ جو شخص جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے نسبت و تعلق کو قائم کر لے یقیناً نجات پا جائے گا۔ حاشیہ ۱۱ے

حوالہ جات

۱) کرامات اولیاء اللہ مترجم (فقیر) سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی (۲) بہجۃ الاسرار امام ابوالحسن شطنوفی شافعی ص ۱۰۳
۳) "پیران پیر" پروفیسر محمد فیاض خان کاوش ص ۷۸ (۴) ایضاً صفحہ ۱۰۵ (۵) ایضاً حاشیہ ص ۱۲۴
۶) "مظہر جمال مصطفائی" از سید نصیر الدین ہاشمی قادری برکاتی ص ۲۱۰
۷) مظہر جمال مصطفائی تالیف سید نصیر الدین ہاشمی قادری برکاتی ص ۲۹۶ (۸) قلائد الجواہر از محمد یحییٰ نادفی ص ۱۱۱
۹) قلائد الجواہر از محمد یحییٰ نادفی ص ۱۲۳ (۱۰) قلائد الجواہر از محمد یحییٰ نادفی ص ۱۲۵ (۱۱) قومی ڈائجسٹ پیران پیر نمبر ص ۳۶

شیئاً للہ

درخواست استمداد و استعانت خدمت شاہباز لامکانی محبوب سبحانی الشیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ

رشحات کلک : فاضل شہیر جناب طارق سلطان پوری صاحب

غم رسیدہ ہوں دل افگار ہوں شیئاً للہ
چارہ فرماؤں سے بیزار ہوں شیئاً للہ

لغزشیں ہوگئیں دانستہ و نادانستہ
غلط اندیش و خطا کار ہوں شیئاً للہ

مجھ پہ ہے سیل حوادث کی مسلسل یورش
میں پریشان لگاتار ہوں شیئاً للہ

طبعِ آزاد نہ عادی تھی گرفتاری کی
دامِ کلفت میں گرفتار ہوں شیئاً للہ

چشمِ اغیار میں خار آسا کھٹکتا ہوں میں
ہدفِ سازشِ اشرار ہوں شیئاً للہ

یہ کٹھن مرحلہ اب مجھ سے نہیں سر ہوتا
سر خمیدہ ہوں گراں بار ہوں شیئاً للہ

کوئی صورت نظر آتی نہیں آسانی کی
رہروِ منزلِ دشوار ہوں شیئاً للہ

تجھ سے ہے مجھ کو غلامی کی پرانی نسبت
تیرا دیرینہ نمک خوار ہوں شیئاً للہ

رستگاری کی بہت کم نظر آتی ہے امید
ایسے حالات سے دوچار ہوں شیئاً للہ

اب مجھے تیرے سہارے کی اشد حاجت ہے
ایک گرتی ہوئی دیوار ہوں شیئاً للہ

کارِ طارق کی عجب کیا جو گرہ کھل جائے
بستۂ دامنِ سرکار ہوں شیئاً للہ

مکتوب تبع بنام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سید محمد انور شاہ قادری

لائبریرین گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول نمبر 1 پشاور شہر

جس طرح کہ تاریخ میں ایران کے بادشاہ کسریٰ چین کے خاقان اور روم کے قیصر کے نام سے شہرت رکھتے ہیں اسی طرح یمن کا سلطان تبع کہلاتا تھا اور یہ یمن کے ان حمیری بادشاہوں کا لقب رہا ہے جنہوں نے عرصہ دراز تک یمن کے مغربی حصے کو دارالسلطنت قرار دے کر عرب، شام، عراق اور افریقہ کے بعض حصوں پر حکومت کی۔ (مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارہ کراچی ۱۹۸۷ء ج ۷ ص ۷۷)

قرآن مجید فرقان حمید میں بھی تبع اور اس کی قوم کا ذکر آیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اھم خیر ام قوم تبع (الادخان ۴۴ : ۳۷)

ترجمہ: "کیا وہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم" (کنزالایمان)

ایک دوسرے مقام پر اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے۔

واصحب الایکۃ وقوم تبع ط کل کذب الرسل (ق ۵۰ : ۱۴)

ترجمہ: اور بن والوں اور تبع کی قوم نے ان میں ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا (کنزالایمان)

ان آیات کریمہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تبع کی قوم کی مذمت کی جارہی ہے کہ وہ قوم انبیاء کرام پر ایمان نہیں لائی لیکن مفسرین کرام نے تبع کے مشرف بہ اسلام ہونے کا ذکر کیا ہے۔ (پیر محمد کرم شاہ الازہری تفسیر ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۳۹۹ھ ج ۴ ص ۴۴۲)

جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے۔ لاتسبوا تبعا فانہ کان رجلا صالحاً

(ابی عبداللہ محمد قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، دار احیاء تراث عربی بیروت ج ۱۶ ص ۱۳۶)

"تبع کو برا نہ کہو بے شک وہ ایک صالح مرد تھا" اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لاتسبوا تبعاً فانہ کان مومناً

(ابی عبداللہ محمد قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، دار احیاء تراث عربی بیروت ج ۱۶ ص ۱۳۶)

(تبع کو برا نہ کہو بیشک وہ مومن تھا)

یہ حضرت تبع جس کا ذکر کلام الٰہی واحادیث نبوی ﷺ میں آیا ہے۔ اس کا نام اسعد تھا بعض نے سعد بھی لکھا ہے اس کی کنیت ابو کرب تھی اور والد کا نام ملکی کرب تھا۔

(ابی عبداللہ محمد قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، دار احیاء تراث عربی بیروت ج ۱۶ ص ۱۴۶)

یہ بادشاہ سرور کونین ﷺ کی بعثت سے کم از کم سات سو سال پہلے گزرا ہے اور ایک دوسری روایت کے مطابق اس کے اور حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے درمیان ایک ہزار سال کا وقفہ ہے۔ (سید محمود آلوسی، روح المعانی، ادارہ طباعۃ منیریہ مصر ج ۲۵ ص ۱۱۸)

شاہان یمن میں سے اس کی مدت سلطنت سب سے زیادہ رہی ہے اس نے اپنے عہد حکومت میں بہت سے علاقے فتح کئے یہاں تک کہ سمرقند تک پہنچ گیا۔ (مفتی محمد شفیع، معارف القرآن محولہ بالا ص ۷۷)

انہیں فتوحات کے دوران اس کا گزر مدینہ طیبہ کے مقام سے ہوا تو اس کے لشکر کے علماء نے اسے بتایا کہ یہ نبی آخر الزمان ﷺ کی آخری آرام گاہ ہے اس فضاء میں اس ایسی کشش اور روحانی جاذبیت محسوس ہوئی کہ اس نے حضور ﷺ کے انتظار میں کچھ عرصہ گزارا اور علماء کرام کیلئے وہاں پر مکانات تعمیر کئے اور پھر آقائے نامدار ﷺ کے نام ایک عرض داشت لکھی اور ان علماء کرام میں جو سب سے زیادہ بزرگ ترین شخصیت تھی اسے وہ مکتوب سربمہر کر کے دیا تاکہ اگر اس کی پیارے محبوب ﷺ سے ملاقات ہو جائے تو وہ یہ خط بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش کرے۔ اس گرامی نامے کا مضمون علامہ قرطبی کے حوالے سے پیش کیا جاتا ہے۔

"الیٰ محمد بن عبداللہ نبی اللہ ورسولہ، خاتم النبین ورسول رب العالمین ﷺ من تبع الاول". اما بعد

" فانی امنت بک وبکتابک الذی انزل الیک وانا علیٰ دینک وسنتک وامنت بربک ورب کل شیءٍ وامنت بکل ماجاء من شرائع الاسلام فان ادرکتک فیھا ونعمت وان لم اورکک فاشفع لی ولا تنسی یوم القیامۃ فانی امتک الاولین وبالعیصتک قبل مجیک وانا ملتک وملۃ ابیک ابراھیم علیہ السلام " (ابی عبداللہ قرطبی محولہ بالا ص ۱۴۶)

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ میں آپ ﷺ پر ایمان لایا اور آپ ﷺ پر نازل

ہونے والی کتاب (قرآن مجید) پر بھی ایمان لایا ہوں۔ میں نے آپ ﷺ کا دین قبول کیا اور آپ ﷺ کی سنت کو بھی قبول کیا اور میں آپ ﷺ کے رب تعالیٰ پر ایمان لایا اور کائنات کی ہر شے کے پروردگار پر ایمان لایا اور اللہ جل جلالہ کی طرف سے آپ کو دین اسلام کے جو احکامات عطا کیے جائیں گے ان پر کامل یقین رکھتا ہوں پس اگر مجھے آپ ﷺ کا دیدار نصیب ہو جائے تو یہ میرے لئے ایک بہت بڑا اعزاز اور انعام ہو گا اور اگر مجھے آپ ﷺ سے ملنے کی سعادت میسر نہ آسکے تو قیامت کے دن اپنی شفاعت سے بہرہ مند فرمائیں اور اس مشکل وقت میں مجھے بھول نہ جائیں پس میں آپ ﷺ کے ان امتیوں میں سے ہوں جو آپ ﷺ کی بعثت سے قبل آپ ص پر ایمان لائے اور آپ ﷺ سے بیعت کی اور میں آپ ﷺ کی ملت پر ہوں اور آپ ﷺ کے جد امجد حضرت ابراھیم علیہ السلام کی ملت پر ہوں"

امام محمد بن یوسف الصالحی نے سبل الھدیٰ میں اس عریضے کے ساتھ شاہ تبع کے یہ اشعار بھی نقل کیے ہیں

شہدت علیٰ احمدانہ	رسول من اللہ باری انسم
ولو مد عمری الیٰ عمرہ	لکنت وزیرالہ وابن عم
وجاھدت باالسیف اعدائہ	وفرجت من صدرہ کل ھم

(میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت احمد ﷺ اس اللہ کے رسول ہیں جو تمام روحوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ اگر میری زندگی نے وفا کی اور میں نے حضور کا زمانہ پالیا تو میں حضور ﷺ کا وزیر ہوں گا اور چچازاد بھائی کی طرح ہر موقع پر امداد کروں گا میں تلوار کے ساتھ آپ ﷺ کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور حضور کے سینہ اقدس میں جو فکر واندیشہ ہو گا اس کو دور کروں گا الغرض حضرت تبع کا یہ گرامی نامہ نسل در نسل منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو مدینہ منورہ کے ہر باشندے کی یہ خواہش تھی کہ حضور پاک ﷺ اس کے ہاں قیام فرمائیں۔ پیارے محبوب ﷺ نے فرمایا کہ میری اونٹنی کو چھوڑ دو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جس گھر کے سامنے بیٹھ جائے گی میں وہیں قیام کروں گا۔ (باقی صفحہ ۲۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

سلطان عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جناب ناصر سرھندی صاحب

سر تاج پیراں پیر من سلطان عبد القادر است　　ماہ منور میر من سلطان عبد القادر است

ہم پیر من ہم میر من ہم در دلِ تحریر من　　ہم بر زباں تقریر من سلطان عبد القادر است

ہم سرورِ سالارِ دیں ہم رہبرِ راہِ یقین　　ہم صاحبِ تاج و نگیں سلطان عبد القادر است

صاحب کرامات و کرم مرشد مکمل محترم　　ہم در عرب ہم در عجم سلطان عبد القادر است

ہم سرورِ اہل صفا ہم مظہرِ نورِ خدا　　ہم نورِ چشمِ مصطفیٰ سلطان عبد القادر است

شاہِ ولایت شاہ من شاہ شفاعت خواہ من　　شمع شبستان راہ من سلطان عبد القادر است

مقبول درگاہِ خدا منظور در ہر دو سرا　　مشہور در ارض سما سلطان عبد القادر است

گوہر زبحرِ مصطفیٰ سرو ز باغ مرتضیٰ　　سردفتر کل اولیاء سلطان عبد القادر است

چشم چراغِ مصطفیٰ فرزند حسن المجتبیٰ　　نسلِ شہید کربلا سلطان عبد القادر است

ہر دم ہمیشہ ہر زماں مدح محی الدین خواں　　کاں قطب دولت آسماں سلطان عبد القادر است

ابر عطا بحر سخا کان حیا مشکل کشا　　شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ سلطان عبد القادر است

ماہ منور آسماں شمس ملک شاہ جہاں
ناصر معین بے کساں سلطان عبد القادر است

استفتاء

(گستاخ رسول کی شرعی حیثیت)

مفتی سرحد علامہ خلیل الرحمٰن قادری
مہتمم دار العلوم سبحانیہ حنفیہ حاجی آباد نزد شاہ عالم پل شکر پورہ روڈ پشاور

علماء دین و مفتیان شرع متین حضرات کی خدمت میں گذارش یہ ہے کہ بعض لوگ سرور کونین امام الثقلین محبوب کبریا امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان عالی شان میں نہایت توہین آمیز اور گستاخانہ الفاظ منہ سے نکالتے ہیں۔ اور بعض سے یہ بھی سننے میں آیا ہے جو کہتے ہیں کہ "محمد ﷺ کون ہیں ہماری طرح کے انسان ہی تو ہیں (العیاذ باللہ) اور بعض سفہاء کہتے ہیں کہ ان کا کام تو صرف وحی اور احکام الٰہی لوگوں تک پہنچانا تھا اور بس۔

سوال یہ ہے کہ جو لوگ شان رسالت مآب ﷺ میں گستاخی کرتے ہیں اور توہین آمیز الفاظ استعمال کرتے ہیں اور حضور ﷺ کی قطعاً تعظیم واحترام نہیں کرتے تو کیا وہ توہین رسالت مآب ﷺ کے مرتکب نہیں ہوتے؟ اگر ہوتے ہیں تو شریعت غراء میں ان کے لئے کیا حکم ہے مہربانی فرما کر ادلہ شرعیہ کی روشنی میں مدلل وضاحت فرما کر مشکور فرماویں۔ بینوا و توجروا

خادم علماء حاجی سبحان گل حاجی آباد شکر پورہ روڈ ضلع پشاور

الجواب

عشق سے ہو جائے ممکن ہے وگرنہ عقل سے
کیا مقام مصطفیٰ ہے فیصلہ دشوار ہے

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔ واضح ہو کہ حضور اکرم نبی مکرم ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حبیب ہیں نبیوں کے نبی رسولوں کے رسول ہیں، رحمۃ اللعالمین ہیں، شفیع المذنبین ہیں، طٰہٰ ویٰسین ہیں، بشیر ونذیر ہیں، سراج المنیر ہیں ﷺ۔ ان کی محبت ان کی اطاعت ان کی اتباع ان کی غلامی بلاشبہ ہماری کامیابی ہماری بھلائی ہماری نجات کی ضمانت ہے، ایمان، قرآن، رمضان

بلکہ خود رحمٰن اور اس کا عرفان ہمیں اللہ تعالیٰ کے حبیب ہی کے ذریعے اور وسیلے سے ملا انہی کے صدقے ہم کو پچھلی امتوں کی طرح عذاب نہیں دیے جاتے ہماری شکلیں مسخ نہیں ہوتیں ہم جانور نہیں بنا دیے جاتے یہ کوئی معمولی بات نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حبیب ﷺ ہی کے صدقے ہمیں ایک رات ہزار مہینے سے بہتر ملی ہمیں انہی کے طفیل انہی کی نسبت کی وجہ سے تمام امتوں سے بہتر ہونے کا اعزاز دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس حبیب ﷺ نے ہمیں کیا نہیں دیا اگر ہم اللہ تعالیٰ کی اس سب سے بڑی اور سب سے پیاری نعمت اور احسان عظیم کی تعظیم وتوقیر نہیں کریں گے تو اپنے معبود کو راضی نہیں کر سکیں گے ہماری عبادات قبول نہیں ہوں گی۔ اللہ جل شانہٗ سے محبت کا دعویٰ ہو اور اس کے حبیب ﷺ کی شان میں گستاخی کی جائے! یہ کہاں کا ایمان ہے؟ اپنے ارد گرد دیکھئے کوئی نبیوں کو برا کہہ رہا ہے کوئی اہل بیت نبوت کو برا کہہ رہا ہے کوئی ازواج مطہرات کو برا کہہ رہا ہے کوئی صحابہ کرام کو برا کہہ رہا ہے اور کوئی اولیاء کرام کو برا کہہ رہا ہے اس کی واحد وجہ سرور کونین ﷺ سے عشق ومحبت کا فقدان ہے' یاد رہے جس شخص کے دل میں سرکار دو عالم ﷺ کی محبت اور عشق نہ ہوگا تو بمصداق اس شعر کے۔

جس دل میں محمد ﷺ کی محبت نہیں ہوتی
اس پر کبھی اللہ کی رحمت نہیں ہوتی

غرض حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کی محبت اور آپ کی تعظیم وتوقیر ہی وسیلہ اور ذریعہ فلاح ونجات ہے اور آپ ﷺ کی ذرا سے بے ادبی اور گستاخی ہلاکت وتباہی کا ذریعہ بنتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فالذین آمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہٗ اولیك هم المفلحون (پارہ ۹ سورہ اعراف)

ترجمہ: پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی امی) پر اور تعظیم کی آپ کی اور امداد کی آپ کی اور پیروی کی اس نور کی جو اتارا گیا آپ کے ساتھ وہی خوش نصیب کامیاب وکامران ہیں۔

تفسیر: اس آیت شریف کے حاشیہ ۲۰۹ میں تحریر ہے۔ "آخر میں بڑے اختصار اور جامعیت کے سات بتا دیا کہ فلاح وسعادت سے صرف وہی سرفراز ہوگا جو میرے مصطفیٰ ﷺ پہ

سچے دل سے ایمان لایا اور اس کی تعظیم و تکریم میں کوئی کوتاہی نہ کی اس کے دین کی نصرت اور اس کی شریعت کی تائید کے لئے ہر قربانی دینے پر مستعد ہوا اور اس کے نورِ تاباں (قرآن حکیم) کے ارشادات پر عمل کرنے کے لئے دل و جان سے آمادہ ہوا۔ یہ آیت شان رحمۃ اللعالمینی کی آسمانی تفسیر ہے ایمان کے بعد حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم سب سے اہم ہے۔ بلکہ نصرت اور اتباع قرآن کا حق ادا ہی تب ہو سکتا ہے جب دل میں حضور ﷺ کا ادب و احترم ہو"۔ (ص ۹۲ ج ۴ تفسیر ضیاالقرآن)

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

صحابہء کرام کا یہ دستور تھا کہ جب حضور ﷺ کچھ کلام فرماتے اور صحابہ کرام کی سمجھ میں کوئی کلمہ نہ آتا تو عرض کرتے "راعنا یارسول اللہ" یا حبیب اللہ اس کلام میں ہماری رعایت فرمایے یعنی ہماری خاطر دوبارہ فرمادیجئے۔ یہ کلمہ راعنا یہود بری نیت سے استعمال کیا کرتے اور بجائے راعنا کے راعینا بولتے جس سے معنی تبدیل ہو جاتا۔ (یعنی ہمارا چرواہا) العیاذ باللہ۔ جب کلمہ راعنا کے استعمال سے یہود وغیرہ کو سرکار دوعالم ﷺ کی بے ادبی کرنے کا موقع ہاتھ آرہا تھا تو رب ذوالجلال نے مؤمنین کے لئے کلمہ راعنا بولنا ہی ممنوع قرار دے دیا اور ارشاد فرمایا۔

یاایہاالذین آمنوا لاتقولوا راعنا وقولو انظرنا واسمعوا وللکفرین عذاب الیم۔ (بقرہ)

ترجمہ: "اے ایمان والو راعنا نہ کہو یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی بغور سن لو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے"۔

بظاہر اس آیت میں مسلمانوں کو روکا جارہا ہے اور ایک چیز کا حکم دیا جارہا ہے مگر در حقیقت یہ عظمت مصطفی ﷺ کی چمکتی ہوئی ایک روشن دلیل ہے۔ (ص ۲۴ شان حبیب الرحمن)

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔ یاایہاالذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولاتجھروا لہ باالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون۔ (پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات)

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں

تمہارے عمل برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہو۔

اس آیت شریف میں مسلمانوں کو بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضری کے آداب سکھائے گئے ہیں کہ کہیں بے ادبی کے مرتکب ہونے سے تمہارے اعمال تباہ و برباد نہ ہوں اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہو گی۔ نوٹ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ اعمال کفر ہی سے تباہ برباد ہوتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو کہ بعد وفات شریف کے یہ آداب باقی ہیں کہ جو بھی آستانہ پر حاضر ہو یہ ادب ملحوظ رکھے۔ "شان حبیب الرحمن" ص ۱۸۳ پر لکھا ہے "غرض کہ شان نزول کچھ بھی ہو قرآن کریم نے بارگاہ مصطفی ﷺ کا یہ ادب سکھایا ہے کہ وہاں اونچی آواز نہ نکالو اب بھی حاجیوں کو حکم ہے کہ جب روضہ پاک پر حاضری نصیب ہو تو سلام بہت آہستہ کریں اور کچھ دور کھڑے ہوں۔ بلکہ بعض فقہاء کرام نے حکم دیا ہے کہ جب حدیث پاک کا درس ہو رہا ہو تو وہاں دوسرے لوگ بلند آواز سے نہ بولیں کہ اگرچہ بولنے والا اور ہے مگر کلام تو رسول ﷺ کا ہے۔ (بحوالہ تفسیر روح البیان)

تنبیہ : حضور سرکار دو عالم ﷺ کی نعت تعظیم و توقیر میں اور حضور ﷺ کی بے ادبی سے بچنے کے لئے قرآن کریم میں ایک سو سے بھی زائد آیات شریفہ نازل ہوئی ہیں ان تمام آیات میں یہی حکمت کار فرما ہے کہ لوگ حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کے علو شان سے آگاہ ہو جائیں اور یہ بھی اچھی طرح واضح ہو جائے کہ محبوب کبریا ﷺ کی کسی قسم کی بے ادبی سے بھی اجتناب کی اشد ضرورت ہے کیونکہ آپ ﷺ کی معمولی بے ادبی اور توہین سے تمام اعمال حبط (تباہ و برباد) ہو جاتے ہیں اور یہ تو امر مسلمہ ہے کہ اعمال ارتداد اور کفر ہی سے برباد ہوتے ہیں۔ انتہی

جبکہ حضور ﷺ کی بے ادبی توہین اور کسی قسم کی بھی ایذا رسانی سے آدمی کا بیڑا غرق ہو جاتا ہے اس کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ وہ ملعون اور مستحق عذاب کا ہو جاتا ہے تو یہ ایک بہت بڑا المیہ اور عظیم صدمہ جانکاہ ہے جس کی تلافی کسی صورت ممکن نہیں۔ رب ذوالجلال کا ارشاد ہے۔

ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الآخرۃ و اعد لھم عذابا مھینا۔ (پارہ ۲۲ احزاب)

ترجمہ بے شک وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ان پر دنیا اور آخرت

میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور ارشاد ہے۔ والذین یوذون رسول اللہ لھم عذاب الیم۔ (سورۃ توبہ)

ترجمہ: اور جو رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ان تمام آیات سے ثابت ہوا کہ حضور رسالت مآب ﷺ کی بے ادبی اور توہین جس طرح سے بھی ہو باعث ارتداد و کفر ہے۔ فتح القدیر میں ہے۔ من آذی رسول اللہ ﷺ بطعن فی شخصہ او دینہ او نسبہ او صفتہ من صفاتہ او بوجہ من وجوہ الشین فی صراحتہ او کنایتہ او تعریضا او اشارۃ کفر۔ (ص ۴۰۷ ج ۴ فتح القدیر)

ترجمہ: جو بھی محبوب رب دو جہاں ﷺ کی ذات اقدس میں طعنہ زنی کرے یا آپ ﷺ کے دین میں یا آپ کے نسب میں یا آپ کی صفات نبوت میں سے کسی صفت میں یا آپ کو کسی عیب کی طرف منسوب کرنے میں طعنہ زنی کرے گا کھلم کھلا یا چھپ کر یا اشارہ کے طور پر تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کے کفر پر اور اس کی اس گستاخی پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس کے لئے عذاب جہنم تیار کیا گیا ہے۔ العیاذ باللہ۔

ان تمام آیات قرآنی اور حوالوں سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ سے محبت اور تعظیم و احترام اور ادب ہر مؤمن پر فرض ہے اور بغیر اس کے ایمان کی تکمیل ہو ہی نہیں سکتی۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ لا یومن احدکم اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین.

ترجمہ: تم میں سے اس وقت تک کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے باپ اپنی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ رکھے گا۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۲ مسلم شریف ج ۱ ص ۴۹ بخاری شریف ج ۱ ص ۷)

اور مسلم شریف میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ حتیٰ اکون احب الیہ من اھلہ و مالہ والناس اجمعین

ترجمہ: یعنی جب تک اپنے مال و دولت خویش و اقارب اور اہل و عیال اور تمام انسانوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے گا۔ (مسلم)

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے ۔۔۔ اسی میں ہو اگر خامی تو ایمان نامکمل ہے

حضور ﷺ کے ادب واحترام سے متعلق ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک آدمی نے اللہ تعالیٰ کی سو سال تک نافرمانی کی جب وہ مر گیا تو بنی اسرائیل نے اس کو ایک مزبلہ میں پھینک دیا۔ رب ذوالجلال نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اے میرے کلیم فلاں جگہ میرا ایک ولی پڑا ہے اسے اٹھالاؤ اور اس کا جنازہ پڑھ کر اسے دفن کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اس شخص کے بارے میں معلومات کی تو لوگوں نے کہا کہ حضور یہ آدمی تو بہت بدعمل اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان تھا، مسلسل سو سال تک اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اسی وجہ سے ہے ہم لوگوں نے اس کو کوڑے کرکٹ والے گڑھے میں پھینکا۔ موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی کہ بار الٰہ بنی اسرائیل گواہی دیتے ہیں کہ یہ آدمی بہت بدعمل اور تیرا نافرمان تھا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ میرے کلیم بنی اسرائیل سچ کہتے ہیں لیکن کلما نشر التوراۃ ونظر الی اسم محمد ﷺ قبلہ ووضع علی عینیہ۔ یہ آدمی جب بھی توراۃ کو پڑھنے کے لئے کھولتا تو میرے محبوب پاک ﷺ کے اسم مبارک کو دیکھ کر چوما کرتا اور آنکھوں پر لگایا کرتا تھا اس لئے میں نے اپنے محبوب پاک ﷺ کے ادب واحترام کی خاطر اس کے سو سال کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں اور اسم محمد ﷺ کی تعظیم وتکریم کے پیش نظر اس کے لئے میں نے جنت میں ستر ۷۰ حوریں بھی خدمت کے لئے نامزد کر دی ہیں۔ سبحان اللہ۔ (تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۱۲۱ وص ۹۰ گستاخ رسول)

معلوم ہوا کہ سرور کونین ﷺ کا ادب واحترام آدمی کے لئے ذریعہ نجات اخروی ہے اور حضور ﷺ کی توہین اور گستاخی باعث دخول فی النار ہے۔

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں تحریر فرمایا ہے جو نہایت سبق آموز ہے

بود در انجیل نام مصطفیٰ ﴿۱﴾ آن سر پیغمبران بحر صفا

طائفہ نصرانیاں بہر ثواب ﴿۲﴾ چوں رسید ندے بداں نام وخطاب

مصطفیٰ ﷺ کا نام انجیل شریف میں تھا جو پیغمبروں کے سردار اور صفا کے سمندر ہیں	عیسائیوں کی ایک جماعت ثواب کے لئے جب اس نام اور خطاب پر پہنچتے

﴿۳﴾ بوسہ داد ندے بدان نام شریف
رونہاد ندے بہ آں وصف لطیف

اس مبارک نام کو بوسہ دیتے اور اس پاک تعریف پر منہ رکھ دیتے

﴿۴﴾ رند این قصہ کہ گفتم آن گروہ
ایمن از فتنہ بدند و از شکوہ

اس قصہ میں جس گروہ کا میں نے ذکر کیا ہے وہ خوف وخطر سے بے خوف تھا

﴿۵﴾ ایمن از شر وزیران و امیر
در پناہ نام احمد مستجیر

سرداروں اور وزیروں کے شر سے مطمئن تھے اور احمد ﷺ کے نام کی پناہ میں پناہ گزین تھے

﴿۶﴾ نسل ایشان نیز ہم بسیار شد
نور احمد ناصر آمد یار شد

ان کی نسل بھی زیادہ ہو گئی اور احمد ﷺ کا نور ساتھی اور مددگار بن گیا

﴿۷﴾ واں گروہ دیگر از نصرانیاں
نام احمد داشتندے مستہان

لیکن عیسائیوں کا دوسرا گروہ احمد ﷺ کے نام کی بے حرمتی کرتا تھا

﴿۸﴾ مستہان و خوار گشتند از فتن
از وزیر شوم رائے شوم فن

وہ فتنوں کی وجہ سے ذلیل وخوار ہو گئے بدراہ اور بدکار وزیر کے ہاتھ سے

سبحان اللہ کیا شان ہے رسالت مآب ﷺ کی جس کے نام اقدس کے احترام سے نجات اور سرور میسر ہو۔

محمد سر قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

اب قرآن کریم کا ایک واقعہ تحریر کرتا ہوں جو نہایت عبرت آموز ہے۔

تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۲۱۳ پر تحریر ہے کہ جب فرعون کے جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلے کے لئے آئے جن کی تعداد بعض تفاسیر نے ستر ہزار بتائی ہے تو انہوں نے ازروئے ادب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ قالو یموسیٰ اما ان تلقی واما ان نکون نحن الملقین۔ (سورہ اعراف پارہ ۹)

کہا جادوگروں نے اے موسیٰ (علیہ السلام) اگر آپ چاہیں تو آپ پہلے شروع کریں اور اگر آپ کہیں تو ہم پہلے ڈالیں۔ آیت شریف کی تفسیر میں ہے۔ اے جهالنا وعصينا اولا۔ خيروا موسیٰ عليه السلام فان كلمة اما فيها للتخيير ويطلق عليها حرف العطف مجازا قال المفسرون تأدبوا مع موسیٰ عليه السلام فكان ذلك سبب ايمانهم الخ

ترجمہ: کہا جادوگروں نے اے موسیٰ علیہ السلام کہ اگر آپ پہلے شروع کرنا چاہتے ہیں تو پہلے آپ شروع کریں اور اگر آپ کہیں تو ہم پہلے شروع کریں یعنی اپنی رسیاں اور لاٹھیاں وغیرہ میدان میں ڈالیں' جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کو ادب کی وجہ سے اختیار دیا کیونکہ اما کا کلمہ آیت شریف میں تخییر کے لئے ہے اور حرف عطف مجازاً استعمال ہوا ہے۔ مفسرین حضرات نے فرمایا ہے کہ جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کا ادب کیا اور یہی ان کے ایمان کا سبب بنا۔ سبحان اللہ

تنبیہ: موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ادب کا معاملہ کرنے سے جادوگر جو کافر تھے ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے تو امام الانبیاء ﷺ کے ادب واحترام سے کیا کچھ نہ ملے گا اور پھر یہ بھی ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ جو شقی' بدبخت محبوب رب العالمین کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرتے پھرتے ہیں ان کا ٹھکانہ کہاں ہوگا۔ ذرا سوچیں فافہم۔

رسالت مآب ﷺ کے علو شان کی حقیقت تک عقل انسانی کی رسائی مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہے اور اس کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ رب ذوالجلال نے تمام انبیاء علیہم السلام کو ان کے اسماء شریفہ سے مخاطب فرمایا لیکن حضور سرور کونین ﷺ کو مبارک القابات سے مخاطب فرمایا۔ جیسے کہ روح البیان میں مذکور ہے تحت آیت شریف۔ يا ايها النبى جاهد الكفار والمنافقين واغلظ عليهم الآية (سورہ توبہ پارہ ۱۰)

اعلم ان الله خاطب الانبياء عليهم السلام باسمائهم الشريفة مثل يا آدم ويا نوح ويا موسیٰ ويا عيسیٰ و خاطب نبينا ﷺ بالالقاب الشريفة مثل ايها النبى ويا ايها الرسول وذلك يدل على علوجنابه مع ان كثرة الالقاب والاسماء تدل على شرف المسمى ايضاً۔ (ص ۶۵ ج ۳ تفسیر روح البیان)۔

ترجمہ: جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو انکے اسماء شریفہ کے ساتھ مخاطب فرمایا جیسے کہ یا آدم، یا نوح، یا موسیٰ، اور یا عیسیٰ (علیہم السلام) اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو القاب شریفہ کے ساتھ مخاطب فرمایا جیسے یاایھاالنبی اور یاایھاالرسول اور القاب شریفہ کے ساتھ حضور ﷺ کو مخاطب فرمانا حضور ﷺ کے علو مرتبت اور علو شان کی علامت اور دلیل ہے باوجود اس کے کہ کثرت القاب واسماء دال ہیں شرافت مسمّٰی پر شعر ہے۔

یا آدم است با پدر انبیاء خطاب
یایہا النبی خطاب محمد است

اور ابواللیث رحمت اللہ علیہ نے سورہ نور میں تحت آیت شریف لاتجعلوا دعا الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا تحریر فرماتے ہیں۔

ای لاتدعو محمدا (ﷺ) باسمہ ولکن وقروہ وعظموہ فقولوا یارسول اللہ ویانبی اللہ ویاابالقاسم وفی الآیۃ بیان توقیر معلم الخیر فامراللہ بتوقیرہ وتعظمہ الخ

(ص ۱۶۵ ج ۳ تفسیر روح البیان)

ترجمہ: یعنی حضور ﷺ کو اسم شریف کے ساتھ مت پکارو بلکہ ان کی تعظیم، احترام و ادب کرو اور ان کو القاب جیسے یارسول اللہ یانبی اللہ اور یا اباالقاسم سے پکارا کرو۔ اور اس آیت شریف میں حضور ﷺ کی عزت اور احترام کا بیان ہے پس اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا اپنے محبوب ﷺ کی عزت، تعظیم اور ادب کرنے کا۔

اللہ تعالیٰ جملہ مسلمانوں کو اپنے محبوب ﷺ کی تعظیم احترام اور ادب کرنے کی توفیق دے اور ہدایت فرمائے۔ آمین

یہاں فاتح سومنات مجاہد اسلام محمود غزنوی رحمت اللہ علیہ کا ایک واقعہ تحریر کرتا ہوں جو عبرت ناک اور نہایت سبق آموز ہے، تفسیر روح البیان میں ہے۔

در مجمع اللطائف آوردہ کہ ایاز خاص پسری داشت محمد نام داو را ملازم سلطان محمود ساختہ بود روزے سلطان متوجہ طہارت خانہ شدہ فرمود، پسر ایاز آب طہارت بیار ایاز ایں سخن شنیدہ

در تامل افتاد کہ آیا پسرمن چہ گناہ کردہ کہ سلطان نام او بر زبان نمی راند۔ الخ (ص ۱۸۵ ج ۷ تفسیر روح البیان)

ترجمہ: مجمع اللطائف میں ہے کہ محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص غلام لیاز کا ایک لڑکا تھا جس کا نام محمد تھا اور وہ سلطان محمود غزنوی کا ملازم تھا ایک دن سلطان غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو طہارت کے لئے پانی کی ضرورت پڑی تو انہوں نے فرمایا۔ لیاز کے بیٹے! طہارت کے لئے پانی لاؤ۔ لیاز یہ بات سن کر بہت فکر مند ہوا کہ آیا ہمارے لڑکے سے کیا قصور ہوا ہے کہ سلطان نے میرے لڑکے کا نام نہ لیا؟ جب سلطان غزنوی نے وضوء بنالیا اور باہر آیا تو لیاز کی طرف دیکھا کہ وہ فکر مند ہے سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ نے لیاز سے پوچھا کہ لیاز کیوں فکر مند اور غمگین ہو؟ لیاز نے عرض کیا کہ حضور عالی جب سلطان معظم نے ہمارے بچے کا نام نہ لے کر ان سے پانی طلب فرمایا تو مجھے فکر لاحق ہو گئی کہ مبادا بندہ زادے سے کوئی بے ادبی یا قصور ہو گیا ہے جبھی تو سلطان نے اس کا نام نہیں لیا۔ سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ نے متبسم ہو کر کہا کہ اے لیاز خاطر جمع رکھو تیرے برخوردار سے کوئی قصور یا بے ادبی نہیں ہوئی بلکہ اس وقت میں بے وضوء تھا اور تیرے بچے کا نام محمد ہے لہذا مجھے شرم آئی کہ میں بغیر وضوء لفظ محمد اپنی زبان پر لاؤں کیونکہ یہ نام سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ سبحان اللہ! یہ ہے ادب اہل ایمان کا اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔

از خدا جوئیم توفیق ادب — بے ادب محروم ماند از لطف رب

مذکورہ عبارات سے ظاہر ہوا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اور تعظیم و توقیر وہی کرتے ہیں اور وہی لوگ کریں گے جن کے دل میں ایمان ہے اور مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس رکھتے ہیں اور جو بے دین بے ایمان ہیں وہ بے ادب گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ مشکوۃ شریف میں ملاحظہ ہو۔

ترجمہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم چند صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ بنی تمیم کا ایک آدمی کھڑا ہوا جس کا نام ذوالخویصرہ تھا وہ کہنے لگا۔ یا رسول

اللہ اعدل. اے اللہ کے رسول عدل کیجئے۔ تو امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا! ویلک . ہلاکت ہو تجھے مجھ سے زیادہ عدل کرنے والا اور کون ہے اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا! ائذن لی یارسول اللہ اضرب عنقہٗ یارسول اللہ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اس بے ادب اور گستاخ کی گردن اڑادوں۔ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا اے عمر! اسے رہنے دو اسے چھوڑ دو اور اس کے قتل کرنے سے رک جاؤ کیونکہ اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو لمبی لمبی نمازیں پڑھیں گے، روزے رکھیں گے اور قرآن کریم کی تلاوت کریں گے لیکن ان کے روزے ان کی نمازیں قبول نہ ہوں گی۔ (یقرؤن القرآن لایجاوز تراقیھم) یعنی وہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ یمرقون من الدین کمایمرق السھم من الرمیۃ) یعنی وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے۔ جس طرح تیر اپنے شکار یا کمان سے نکل جاتا ہے۔ (ص ۵۴۴ مشکوٰۃ شریف "گستاخ رسول" ص ۸۴)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ گستاخ رسول (ﷺ) کی سزا قتل اور صرف قتل ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ فی زمانہ جو بھی بے ادب اور گستاخ رسول (ﷺ) ہیں یہ سب بمطابق قول رسول اللہ ﷺ کے اسی بد طینت بے دین کی نسل سے ہیں اور یہ بے دین بے ایمان تاقیامت رہیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی گستاخی بالخصوص سرور دوجہاں باعث ایجاد انس وجان امام المرسلین ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی اور گستاخی تو بہت بڑی بات ہے اگر حضور نبی کریم ﷺ کے ایک بال کی بھی کسی نے بے ادبی کی تو وہ خانہ خراب ہوا اور وہ واجب القتل ہے اور جنت اس پر حرام ہے جیسے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں۔

سمعت رسول اللہ ﷺ وھو آخذٌ شعرۃ یقول من اذی شعرۃ من شعری فالجنۃ علیہ حرام. (جامع الصغیر۔ کنز العمال ج ۲ ص ۲۷۶۔ گستاخ رسول۔ ص ۸۵)

ترجمہ: میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا جبکہ آپ نے اپنے دست مبارک میں اپنا ایک بال پکڑا ہوا تھا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمارہے تھے کہ خبردار! میرے بال (شریف) کی توہین اور بے ادبی کرنے والے پر بھی جنت حرام ہے۔

غرض کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی توقیر وتعظیم پر خوش ہوتا ہے اور یہی اس کا حکم ہے قرآن کریم میں اور اپنے محبوب ﷺ کی بے ادبی پر ناخوش اور غضبناک ہوتا ہے۔ چاہے وہ کوئی بھی ہو انسان تو محبوب کبریا علیہ السلام کی تعظیم وتوقیر کرنے پر مامور ہے لیکن فرشتے جو ایک پاکیزہ اور نورانی مخلوق ہیں وہ بھی حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کا ادب واحترام کرتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک فرشتے سے ذرا سی کوتاہی سرزد ہوئی جس پر وہ عتاب الٰہی کا مورد ٹھہر اور سزاوار بھی ہوا جیسے کہ نزہۃ المجالس میں یہ واقعہ درج ہے۔

قال العلائی وجدالنبی ﷺ لیلۃ المعراج ملکا فی السماء فسلم علیہ النبی ﷺ فاجابہٗ ولم یقم لہٗ فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ ایھاالملک یسلم علیک حبیبی محمد فترد علیہ السلام وانت جالس. الخ (نزھۃ المجالس ج ۲)

ترجمہ: علامہ صفوری نے حضرت علائی رحمت اللہ سے منقول روایت درج فرمائی ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے معراج کی رات ایک فرشتے کو دیکھا آسمان میں جو کرسی پر بیٹھا ہوا تھا تو حضور ﷺ نے اس فرشتے کو سلام کہا تو اس فرشتے نے سلام کا جواب تو دیا لیکن حضور ﷺ کی تعظیم کے لئے کھڑا نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو قہر وغضب کی آواز میں فرمایا کہ اے فرشتے تجھ کو میرے حبیب محمد ﷺ نے سلام کیا اور تم نے سلام کا جواب تو دیا مگر اپنی کرسی پر بیٹھا رہا اور میرے پیارے حبیب ﷺ کے ادب واحترام اور اس کی تعظیم وتکریم کے لئے کھڑا نہیں ہوا اب تیری اس لغزش کی سزا یہ ہے کہ اب تو ایک ٹانگ پر کھڑا ہو جا اور قیامت تک اب تو بیٹھ نہیں سکے گا۔ یہ ہے مقام مصطفیٰ ﷺ۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بے ادبی اور گستاخی کی تھی تو رب ذوالجلال نے انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا تھا۔

روی ان رھطا من الیھود سبوہ بان قالوا ھوالساحر ابن الساحرۃ الی ان قال فمسخ اللہ الذین سبوہ وسبوا امہٗ قردۃ و خنازیر۔ الخ۔ (تفسیر روح البیان ص ۱۷ ج ۲)

ترجمہ: روایت ہے کہ ایک گروہ نے یہود میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بے ادبی اور

گستاخی کی اور ان کو اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام کو گالیاں دیں تو رب ذوالجلال نے ان گستاخوں کو بندر اور خنازیر بنادیا۔ یہ سزا تو ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی دی اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہی تو ہے۔

اسلامی شریعت میں ساب النبی (گستاخ رسول) کے لئے دنیا میں یہ سزا مقرر ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں اور اس کو قتل کرنا ہوگا اور آخرت میں وہ جہنمی ہے۔ تفسیر روح البیان میں مذکور ہے۔

قال فی الاشباہ کل کافر تاب فتوبتہٗ مقبولۃ فی الدنیا والآخرۃ الاالکافر بسب النبی ﷺ وبسب الشیخین ۔ الخ۔ (روح البیان۔ ج ا ص ۱۹۵)

ترجمہ: اور اشباہ میں ہے کہ جو بھی کافر توبہ کرلے اس کی توبہ قبول ہے دنیا میں اور آخرت میں بھی سوائے سابی کافر کے یعنی گستاخ رسول ﷺ کے کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی دنیا میں اور آخرت میں بھی۔

نوٹ: اس ضمن میں حضرت مولانا علامہ حمد اللہ جان صاحب مدظلہ کا ایک فتویٰ مورخہ ۲۰ مئی ۲۰۰۰ مشرق اخبار میں پشاور سے شائع ہوا ہے۔ ”گستاخ رسول واجب القتل ہے“

علامہ موصوف فرماتے ہیں۔ ”دین سے بے خبر لوگ توہین رسالت پر فتوے دے رہے ہیں اور انہیں روکنے والا کوئی نہیں۔ علماء کو مسلمانوں کو گمراہ کرنے والے عناصر کی سرگرمیوں کا نوٹس لینا چاہئے۔ (جمعیت علماء اسلام (س) کے صوبائی سرپرست اعلیٰ اور ممتاز عالم دین شیخ القرآن والحدیث مولانا حمد اللہ جان نے فرمایا کہ گستاخ رسول ﷺ واجب القتل ہے اور یہ بات احادیث سے ثابت ہے اس میں کوئی دوسری رائے نہیں۔ الخ۔ (روزنامہ ”مشرق“ پشاور ۲۰ مئی ۲۰۰۰)

فالمختیار انمن صدر منہ مایدل علی تخفیفہ علیہ السلام بعمدٍ و قصدٍ یجب قتلہٗ والاتقبل توبتہٗ ۔ الخ (روح البیان ج ۳ ص ۳۹۴)

ترجمہ: معمول بہ بات یہ ہے کہ اگر کسی سے ایسی کوئی حرکت صادر ہوجائے جو شان اور ذات اقدس ﷺ اور توہین رسالت پر دلالت کرتی ہو تو اس کو قتل کرنا واجب ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں۔ فانظرھنا باالتفصیل

اسی جلد میں تھوڑا آگے چل کر فرماتے ہیں واعلم انه قد اجتمعت الامة علی ان الاستخفاف نبینا وبای نبی کان من الانبیاء کفر۔الخ۔بطولہ(روح البیان ج ۳ ص ۳۹۴)

ترجمہ: جان لو کہ علماء امت نے اس پر اجماع فرمایا کہ توہین امام الانبیاء ﷺ اور نبی علیہ السلام کی بھی ہو کفر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ دین مقدس اسلام کے تمام پیشواؤں اور ہر مکتبہ فکر کے علماؤں محدثین' مفسرین اور حق پرست مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور پختہ ایمان ہے کہ کسی بھی نبی ورسول کی شان اقدس میں بے ادبی گستاخی کرنے والا کافر اور واجب القتل ہے یہی ہے ماحصل نصوص صریحہ سے احادیث سے اجماع امت سے۔انتہی۔

(بقیہ محمد احسان طالب مرحوم)

مضامین کی ندرت اور طرز ادا کے لحاظ سے منفرد حیثیت کی حامل تھیں بعد میں صحافتی ذمہ داریاں بڑھ جانے اور فکرِ معاش کے الجھیڑوں نے فکر سخن کی مہلت نہ دی۔ عمر کے آخری حصہ میں ریڈیو پاکستان پشاور کے مقبول عام ہندکو فیچر "قہوہ خانہ" لکھنے کا سلسلہ میں وابستہ رہے۔بعد میں یہاں ٹی وی سنٹر قائم ہوا تو اس کے لئے چند انتہائی کامیاب اور مقبول ڈرامے بھی لکھے۔ ان کی تمام عمر لکھنے لکھانے ہی میں گزری اور انہوں نے اپنے پیچھے دقیع علمی وادبی تحریروں کا ذخیرہ چھوڑا ہے۔ دعا ہے کہ خدا ان کی اولاد کو توفیق دے کہ وہ ان کو مرتب صورت میں جمع کر کے منظر عام پر لا سکیں۔ **آمین**

گذشتہ سے پیوستہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صبر و قناعت

پروفیسر غلام سرور رانا

آپ نے خود زندگی بھر دولت اکٹھی نہ کی بلکہ جو کچھ حاصل ہوا اسے مسکینوں میں تقسیم کر دیا اور وراثت کے طور پر کچھ بھی نہ چھوڑا اور یہ ارشاد فرمایا کہ ہماری چھوڑی ہوئی تمام پونجی قوم کا مال ہے۔ نحن معشر الانبیاء لانرث ولانورث ماترکنا بصدقۃ۔ ہم انبیاء کا گروہ ہیں نہ کوئی چیز وراثت میں لیتے ہیں اور نہ وراثت میں چھوڑتے ہیں' ہماری چھوڑی ہوئی ہر چیز صدقہ ہے۔

کئی کئی مہینے گزر جاتے صرف پانی اور کھجور پر گزران ہوتی' (قاضی عیاض' الشفاء ص ۶۲)

اسی طرح حضرت ابو عمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے سامنے بطحائے مکہ کو سونے کا بنا کر پیش کیا گیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' یا اللہ! مجھے یہ (مال و دولت) منظور نہیں' میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن کچھ کھانے کو مل جائے اور ایک دن فاقہ رہے تاکہ سیر ہو کر تیری تعریف اور شکر ادا کروں اور بھوکا رہ کر تضرع اختیار کروں اور تجھ سے دعا مانگوں (ابن جوزی' الوفا ج ۲ ص ۵۷۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور زندگی کی داستان عشق الٰہی اور محبت انسانی کی حسین ترین داستانِ صبر و قناعت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دن محبتِ انسانی میں گزرتے تھے اور راتیں عشق الٰہی کے جلو میں کٹتی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان سے محبت کرنا' ان کے لئے رحمت بن جانا' ان کی خاطر صبر و قناعت اور بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہ کرنا' مصیبت و آلام میں صبر کرنا' تلواروں کے سائے میں ثابت قدم رہنا' حق و صداقت کی خاطر بڑی سے بڑی قوت سے ٹکرا جانا' اعلیٰ نصب العین کے حصول کے لئے امارت و حکومت کو ٹھکرا دینا اور حق و صداقت کی راہ پر گامزن ہو کر حقیقی منزل مقصود الفقر فخری و الفقر منی پر پہنچ جانا سکھایا۔ دراصل صبر کے معنی

اپنے آپ کو قابو میں رکھنا' تکالیف برداشت کرنا' کسی بات پر ثابت قدم رہنا' اسلام اور ملک کو درپیش مسائل وخطرات کا جوانمردی سے مقابلہ کرنا ہے۔

قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد ربانی ہے۔ الذین صبروا وعلی ربھم یتوکلون یعنی صبر کرنے والے اللہ ہی پر توکل کرتے ہیں۔(القرآن سورۃ نحل ۴۲)

اسی طرح قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ولنبلونکم بشیٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات ؕ وبشر الصبرین ؕ الذین اذآ اَصَابَتْھُمْ مُصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّ لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

ترجمہ: اور ہم ضرور آزمائیں گے تم کو تھوڑے سے ڈر سے اور بھوک اور مالوں' جانوں اور ثمرات ونتائج کے نقصانات سے اور خوشخبری دے دیجئے ان صبر کرنے والوں کو کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔(سورۃ بقرہ ۱۵۵۔۱۵۶)

اس سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ تمام آزمائشوں اور مشکلات میں اپنے آپ کو اللہ جل جلالہ کے سپرد کردینا اور اس سے گلے شکوے نہ کرنا صبر کے زمرے میں آتا ہے۔ محنت شاقہ کے باوجود اگر انسان کسی معاملے میں ناکام ہوجاتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش سمجھنا اور خوشی سے برداشت کرنا لازم وملزوم ہے' خوشحالی میں بھی اپنے آپ کو قابو میں رکھنا ضروری ہے کیونکہ اسلام ایک ایسا دین متین ہے جو خوشی یا پریشانی میں ہمیشہ صبر کی تلقین کرتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے دین متین کی سربلندی اور اشاعت کے لئے ہر موقع پر مردانہ وار مقابلہ کیا۔ آنخضرت ﷺ کے گھر کا انتظام وانصرام بڑی تنگ دستی کے عالم میں چلتا تھا۔ ایک دفعہ ازواج مطہرات نے خدمت عالیہ میں حاضر ہوکر عرض کی کہ تنگ دستی پر کفار کی بیویاں طعنہ زنی کرتی ہیں کہ تم ہادی برحق' رہبر کامل' محسن انسانیت' رحمت اللعالمین ﷺ کی بیویاں ہو اور فقروفاقہ کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو۔ یہ سن کر آپ ﷺ بہت ہی مضطرب ہوئے یہاں تک کہ گھر آنا جانا بند کردیا تا آنکہ یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ یاایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحاً جمیلاً۔

ترجمہ: اے نبی اکرم ﷺ اپنی ازواج مطہرات سے کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت اور آرام و آرائش پسند کرتی ہو تو آؤ میں تمہارا حق مہر ادا کر دوں اور تمہیں اچھی طرح سے آزاد کر دوں (القرآن)

اس وقت فخر دو عالم نور مجسم محمد مصطفی ﷺ کی ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہا اجمعین کو اس غلطی کا احساس ہوا سب نے باری باری معافی مانگی اور تعیش پسندی اور عیش و عشرت کا مطالبہ چھوڑ کر پیغمبر آخر زمان ﷺ کی ازواج مطہرات اور امہات المؤمنین کے اعزاز اور شرف و افتخار کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئیں اس سے عظیم تر سعادت اور کیا ہو سکتی ہے؟ آپ ﷺ فرمایا کرتے کہ فقر میرا فخر ہے اور فقر کرنے والا میرا ساتھی ہے اور غریبوں کے بارے میں ارشاد محبوب رب العالمین ﷺ ہے کہ اسلام غریبوں میں ہی شروع ہوا غریبوں میں ہی اس نے نشو و نما پائی اور آئندہ بھی غریبوں میں ہی پھلے پھولے گا۔ پس یہ غریبوں کی کتنی بڑی خوش قسمتی اور سعادت ہے اسی لئے غرباء اپنی غربت پر فخر کرتے تھے اور ان میں کسی قسم کا احساس محرومی نہ ہوتا تھا۔ ارشاد نبی اکرم ﷺ ہے کہ میری امت کے غرباء و مساکین امراء کے مقابلے میں پانچ سو سال پہلے جنت الفردوس میں جائیں گے۔

جواب شکوہ میں شاعر مشرق حضرت علامہ محمد اقبال رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں

آ کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا تو غریب
زحمت روزہ جو کرتے ہیں گوارہ تو غریب
نام لیتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب
پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب

اُمراء نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملت بیضاء غرباء کے دم سے

صبر کے سلسلہ میں آپ ﷺ فرماتے ہیں ومن یصبر یضعف اللہ لہٗ یعنی جو صبر کرتا ہے خدا اسے بڑھاتا ہے۔ آپ ﷺ طائف میں بغرض تبلیغ تشریف لے گئے اور دس روز تک

بنو ثقیف کو دعوت حق دیتے رہے لیکن ان ظالموں نے آپ ﷺ کو اتنا مارا کہ جسم اطہر لہولہان ہو گیا اور نعلین پاؤں شریف سے چپک کر رہ گئے۔

(ابن سعد: طبقات ۱: ۲۱۲ السہیلی: روضالانف ۱: ۲۶۰ الزرقانی شرح مواہب ۱: ۲۹۶)

اسی طرح آنحضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ میں دو بد ترین ہمسایوں، ابو لہب اور عقبہ بن ابی محیط میں گھرا ہوا تھا اور وہ دونوں اپنے گھر کی غلاظت اور گندگی لا کر میرے دروازے پر ڈال دیتے تھے۔ آپ ﷺ اس پر صرف یہ فرماتے، اے عبد مناف کی اولاد! یہ کس قسم کی ہمسائیگی ہے؟ پھر آپ اسے راستے سے ہٹا دیتے (ابن سعد، طبقات ۱: ۲۰۱ ابن کثیر، تفسیر ۴: ۵۶۳)

اس سے زیادہ صبر و قناعت کی اور کیا مثالیں ہو سکتی ہیں؟ صبر و قناعت کے سلسلے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول مقبول ﷺ کسی غزوہ میں تشریف لے گئے تھے، میں آپ کی واپسی کا انتظار کیا کرتی تھی، ہمارے ہاں ایک رنگین فرش پوش تھا میں نے اسے چھت کے ایک شہتیر پر لپیٹ دیا جب آپ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا، السلام علیك یارسول الله ﷺ! سب ستائش خدا کے لئے ہے جس نے آپ ﷺ کو شرف و بزرگی بخشی آپ ﷺ نے گھر میں بساط رنگین دیکھ کر میرے سلام کا جواب نہ دیا میں نے آپ ﷺ کے چہرے مبارک پر کراہت کے آثار دیکھے، آپ ﷺ نے اس فرش پوش کو پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ خدا نے جو کچھ ہمیں دیا ہے اس کے بارے میں ہمیں یہ حکم نہیں کہ اینٹ، پتھر کو پہنا دیں۔ پس میں نے اس کے دو تکیے بنا دیئے جن میں کھجور کی چھال بھر دی۔ آپ ﷺ نے اس پر اعتراض نہ فرمایا۔ (مشکوۃ بحوالہ ترمذی باب فضل الفقراء)

آپ ﷺ اپنے ذاتی آرام اور نام و نمود کی بجائے اس بات کے فکر مند رہتے کہ آپ ﷺ کے گھر والے اپنی آخرت کی ذمہ داریوں سے غافل نہ ہوں آپ ﷺ جب شب کی نمازوں کے لئے بیدار ہوتے تو آپ ﷺ کی خواہش مبارکہ ہوتی کہ آپ کی بیویاں بھی اس سعادت سے بہرہ ور ہوں دنیا میں حضور سرور دو عالم ﷺ کی ازواج مطہرات کی نسبت خلعت اوڑھنے سے آخرت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ رسالت مآب ﷺ نے جن حالات میں دعوت کا فریضہ انجام دیا وہ

اپنی مثال آپ ہیں، عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہا کہ مجھے بتائیے وہ برتاؤ جو سب سے زیادہ سخت آپ لوگوں نے فخر دوعالم نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے کیا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک روز آپ ﷺ کعبۃ اللہ میں نماز ادا کر رہے تھے یکایک عقبہ بن ابی معیط نے آگے بڑھتے ہوئے ہادی برحق ﷺ کی گردن مبارک پر کپڑا ڈالا اور گلے کو گھونٹنا شروع کر دیا اسی وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور اسے کندھوں سے پکڑ کر دھکا دے کر ہٹایا۔ رسالت مآب ﷺ فرما رہے تھے کہ کیا تم اس شخص (ﷺ) کو صرف اس قصور میں مار ڈالتے کہ وہ یہ کہہ رہا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ (بخاری کتاب بدء الخلق باب مالقی النبی واصحابہ من المشرکین بمکۃ ۴: ۲۴۰ ایضاً کتاب المناقب باب مناقب ابی بکر ۴: ۱۹۳)

سفر طائف میں لچوں لفنگوں نے آنحضرت ﷺ پر پتھروں کی بارش کی اس موقع پر زید بن حارثہ کو آپ ﷺ کو بچانے کی خاطر خود پتھر کھانے پڑے یہاں تک کہ ان کا سر پھٹ گیا۔ اس سے شاندار صبر کا نمونہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا' میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں گے۔ (بخاری شریف کتاب بدء الخلق' باب ذکر الملائکۃ ۴: ۸۳ مسلم کتاب المغازی' باب مالقی النبی من اذی المشرکین والمنافقین' ۵: ۱۸۱)

صبر کے سلسلے میں ارشاد ربانی ہے **واصبر لحکم ربك فانك باعيننا وسبح بحمد ربك حين تقوم**

ترجمہ: اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو۔ (القرآن پارہ ۲۷ سورۃ طور: ۴۸)

اور اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یاایھاالذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔

ترجمہ: اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ تم کامیاب ہو۔ (القرآن پارہ ۴ سورۃ آل عمران: ۲۰۰)

محسن انسانیت ﷺ کی قناعت کا یہ عالم تھا کہ کھانے' پینے' پہننے' اوڑھنے' بچھونے' اٹھنے بیٹھنے کسی چیز میں بھی تکلف کے آثار نمایاں نہ تھے۔ کھانے میں جو ماحضر سامنے آجاتا تناول فرمالیا

کرتے تھے۔ پہننے کے لئے جو میسر آتا زیب تن کر لیا کرتے تھے' زمین پر فرش پر اور چٹائی پر جہاں جگہ مل جاتی تشریف فرما ہو جاتے آپ ﷺ نے ہمیشہ ان چھنے آٹے کی روٹی کو پسند فرمایا۔

(شمائل ترمذی' باب ماجا فی تواضع رسول اللہ ﷺ : ۳۲۶)

وہ محسن انسانیت ﷺ جس کی وجہ سے تمام عرب' حدود شام سے لے کر عدن تک فتح ہوا تھا اور مدینہ منورہ کی سرزمین زروسیم سے بھری رہتی تھی' ان کے گھر میں اکثر و بیشتر فاقہ کشی کا عالم رہتا تھا اور رات کو تو اکثر ہادی برحق ﷺ کا سارا گھر فاقہ میں گزارتا تھا۔ کان رسول اللہ بیست اللیالی المتابعہ طاویا ھو و اھلہ لایجدمون عشاء آپ ﷺ کے اہل وعیال مسلسل کئی کئی رات بھوکے سو جاتے تھے کیونکہ رات کا کھانا میسر نہ آتا تھا۔ (ترمذی کتاب الزہد باب معشیۃ النبی ﷺ ج ۲ ص ۵۸۰)

اکثر و بیشتر ایسا ہوا کرتا تھا کہ آپ ﷺ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تشریف فرما ہوتے اور پوچھتے کہ کھانے کے لئے کچھ ہے' عرض فرماتیں نہیں' جواباً آپ ﷺ فرمایا کرتے اچھا میں نے روزہ رکھ لیا۔ (مسلم شریف: کتاب الصوم' باب جواز صوم النافلۃ ج ۳ ص ۱۵۹' ۱۶۰)

آپ ﷺ کا دربار شاہی بھی مسجد نبوی ہی تھی۔ آپ ﷺ کی پارلیمنٹ کے اجلاس بھی مسجد نبوی ﷺ میں ہی انعقاد پذیر ہوتے تھے' وہاں پر کسی قسم کا کوئی تخت و تاج نہ تھا بلکہ زمین پر کھجوروں کے پتے اور ٹہنیوں سے بنی ہوئی چٹائیوں پر بیٹھ کر سلطنت کا انتظام و انصرام چلایا جاتا تھا اور بستر استراحت بھی زمین پر ہی ہوتا تھا۔ دولت کے سلسلے میں آپ کا مطمع نظر یہ تھا کہ دولت اغنیاء سے لے کر فقراء اور مساکین میں تقسیم ہونی چاہئے۔ یہ صرف مالداروں میں ہی گردش نہ کرے۔ لایکون دولۃ بین الاغنیاء ۔ یعنی اس سے ملت اسلامیہ کے نادار بھی مستفید ہوں۔ بارگاہ نبوی ﷺ میں خواجہ الطاف حسین حالی کیا خوب فرماتے ہیں۔

جس دین کا تھا فقر بھی اکسیر غنا بھی اس دین میں اب فقر ہے باقی نہ غنا ہے
ہونا تو یہ چاہئے تھا
جب ان کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش بن جائے جب ان کا نام آئے مرحبا صل علی کہیے

ابتدائے ہجرت میں رسالت مآب ﷺ بنفس نفیس اور تمام مہاجرین انصار کے گھر مہمان

رہے تھے' دس دس آدمیوں کی ایک جماعت ایک ایک گھر میں بطور مہمان اتاری گئی۔ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس جماعت میں تھا جس میں خود آپ ﷺ شامل تھے گھر میں چند بکریاں تھیں جن کے دودھ پر گزارا تھا۔ دودھ دوھ چکتا تو سب لوگ اپنے اپنے حصے کا پی لیتے اور آپ ﷺ کے لئے پیالہ میں چھوڑ دیتے۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ کی تشریف آوری میں تاخیر ہوگئی لوگ دودھ پی پی کر سوتے گئے آپ ﷺ نے آکر دیکھا تو پیالہ خالی پایا۔ خاموش ہورہے پھر فرمایا' جو آج کھلادے اس کو تو بھی کھلا دینا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ چھری لے کر کھڑے ہوئے کہ بکری کو ذبح کر کے گوشت پکائیں' آپ ﷺ نے روکا اور بکری کو دوبارہ دوھ کر جو کچھ نکلا اسی کو پی کر سورہے اور کسی کو اس فعل پر ملامت نہ کی۔ حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی ایک مثالی زندگی تھی' اس سے بڑھ کر قناعت کا اور کیا نمونہ ہوگا جو حضور پرنور ﷺ نے پیش کیا۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

اسی کو صاحب خلق عظیم کہتے ہیں وہی ہے نوع بشر کا معلم اعظم

تیرے دل میں ہے گر شرر تو ذرا بھی فکر غنا نہ کر

کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو اپنی بہت ہی قربتوں سے نوازا اور آپ ﷺ کو انسانیت کی ارفع واعلیٰ اخلاقی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کیا۔ اسی لئے حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کا صبر و قناعت تو کیا اخلاق کریمہ ہی بے مثل ہے کیونکہ آپ ﷺ نے زندگی کے ہر پہلو پر اخلاق حسنہ کا عملی نمونہ پیش کیا جو وحی الٰہی کی عین تعبیر ہے' یہی اخلاق کریمہ اسلامی تصوف کا ایک مستقل حصہ ہے

How great is thy generosity, Thou Sovereign of holy realms Never has a suppliment turned disapointed from thy door.

صبر و قناعت کے سلسلے میں مزید واقعات پیش خدمت ہیں۔ زید بن سعنہ ایک یہودی تھا۔ رسالت مآب ﷺ کو اس کا قرض ادا کرنا تھا وہ ایک روز آیا آتے ہی چادر مبارک آپ ﷺ کے

شانہ سے اتارلی، جسم کے کپڑے پکڑ لیے اور ڈرانے لگا کہ عبد المطلب والے بڑے نادہندہ ہوتے ہیں حضرت عمر فاروق ؓ نے اسے سختی سے جھڑک دیا۔ رسالت مآب ﷺ ہنس پڑے فرمایا، عمر! تمہیں لازم تھا کہ میرے ساتھ اور اس کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرتے کہ مجھے حسن ادائیگی کے لئے کہتے اور اسے حسن تقاضا سکھاتے۔ پھر زید کی طرف حضور ﷺ مخاطب ہوئے، فرمایا ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں۔ پھر عمر ؓ سے فرمایا! اس کا قرض ادا کردو اور بیس صاع بھی زیادہ دینا کہ تم نے اسے ڈرایا اور دھمکایا بھی ہے (شفاء عیاض ص ۴۸ رواہ البیہقی اس کے بعد زید مسلمان ہوگیا)۔

اسی طرح ایک اعرابی حاضر خدمت ہوا اس نے زور سے آنحضرت ﷺ کی چادر جو موٹے کنارے کی تھی، کو جھٹکا دیا، جس سے رسالت مآب ﷺ کی گردن مبارک پر رگڑ کا نشان پڑگیا۔ اعرابی نے اب زبان سے کہا محمد! (ﷺ) یہ مال خدا جو تمہارے پاس ہے نہ تیرا ہے اور نہ تیرے باپ کا ہے اس میں سے ایک بارِ شتر مجھے بھی دلاؤ حضور نبی برحق ﷺ نے ذرا خاموشی کے بعد فرمایا! مال بے شک خدا کا ہے اور میں اس کا غلام ہوں بالآخر حکم فرمایا کہ ایک بارِ شتر (اتنا وزن جو اونٹ پر لدا ہوتا ہے) جو اور ایک بارِ شتر کھجوریں اسے دی جائیں۔ (صحیحین عن انس وشفاء ص ۴۸)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ رحمت دو عالم نور مجسم ﷺ نے مدینہ منورہ میں آکر بھی تین دن تک برابر گندم کی روٹی کبھی نہیں کھائی۔ (صحیح بخاری عن عائشہ ؓ کتاب لاطعمہ)

اس سے قناعت کی اور بڑی مثال کیا ہو سکتی ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی جلوہ فرمائی سے وصال مبارک تک جتنے بھی حالات اور جس قدر واقعات پیش آئے ان میں آپ ﷺ ایسا قانع اور صابر نہیں ہو سکتا۔

اسلام ہی ایک ایسا جامع مذہب ہے جس پر عمل پیرا ہو کر انسانی معاشرے میں صبر و قناعت امن و سکون اور زندگی میں توازن برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ حقیقتاً اسلام ایک دائمی سچائی ہے یہ محض ایک عقیدہ نہیں اور نہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کو سنوارنے اور نکھارنے تک محدود ہے۔ ہم اپنی کھوئی ہوئی عظمتِ رفتہ صرف اور صرف اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ آج ہم معاشی اور معاشرتی الجھنوں اور پریشانیوں سے جس قدر دوچار ہیں اور

Nuclear کے بعد خود انحصاری کی منزل کی طرف بڑی قوتوں کے معاشی مقاطعہ کے بعد رواں دواں ہیں اس کا واحد حل یہی ہے کہ ہم سچے دل سے رسالت مآب ﷺ کے فرمودات و ارشادات کو حرزِ جاں بنائیں۔ معاشرے میں جو ناہمواریاں ہیں ان کو دور کریں اور آپ ﷺ کا ارشاد مبارک 'والفقر ان یکون کفر کہ فقر آدمی کو حالت کفر تک پہنچا سکتا ہے۔ اس سے مراد فقر اضطراری ہے جو مذموم ہے نہ کہ فقر اختیاری جو سراسر محمود ہے۔

الفقر فخری والفقر منی

یعنی "فقر میرا فخر ہے اور فقر کرنے والا میرا ساتھی ہے" کہ جذبہ کے تحت امراء اور غرباء صبر و قناعت اور سادگی کو اپنی زندگی کا شعار بنالیں جو کہ وقت کی اہم پکار ہے تو تمام معاشی اور معاشرتی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ اسلام دشمن اور طاغوتی طاقتیں کبھی یہ پسند نہیں کرتیں کہ امت مسلمہ رسالت مآب ﷺ کے ارشاد مبارک پر عمل پیرا ہو اور اپنا مقصدِ عظیم حاصل کریں جو ان کے گوناں گوں مسائل حل ہے۔ یہ اس وقت ہی ہو سکتا ہے جب ہم عیش و عشرت کے حصول کو اپنا مطمع نظر نہ بننے دیں گے نمود و نمائش اور تکلف و تصنع کی زندگی کو خیرباد کہنا ہوگا۔ اس سے شرع متین رسالت مآب ﷺ آشکار ہو کر رہے گی اور فقر غیور کا اسلامی انقلاب برپا ہو کر رہے گا جس کا امت مسلمہ کو انتظار ہے۔

ارشاد ربانی ہے!

یاایھاالذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا وقف واتقوا اللہ لعلکم تفلحون.

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر کرو۔ (ایک دوسرے کو) صبر کی تلقین کرو اور مل جل کر ربط و ضبط سے کام لو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تم کامیاب ہو جاؤ گے"

این ہم از لطف بے پایاں تست
فکر ما پروردۂ احسان تست

یعنی یارسول اللہ ﷺ یہ سب آپ کی بے پایاں رحمت کا فیض ہے ہماری سوچ بوجھ حضور ﷺ کے احسانوں کی گود میں پلی ہے۔

حضرت غالب کیا خوب فرماتے ہیں۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

ایک بدو آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کچھ عرض کرنے لگا مجلس کی ہیبت اور جلال نبوت ﷺ کی تاب نہ لاتے ہوئے بدو کے ہونٹ لرزنے لگے تو آپ ﷺ نے دلآویز مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا "تم کھل کر بات کرو میں اُس ماں کا بیٹا ہوں جو کسی دن سوکھی کھجور کھا کر اور کبھی پانی پی کر گزارا کرتی تھی" حقیقت حال یہ ہے۔

محمد کی نبوت دائرہ ہے نور وحدت کا
اسی کو ابتداء کہیے اسی کو انتہا کہیے

بقول حضرت علامہ محمد اقبال رحمت اللہ علیہ۔

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

اسی لئے آپ ﷺ کا ارشاد ہے تم میں سے ہر ایک اپنے آپ کو آتش دوزخ سے بچائے خواہ وہ ایک کھجور یا آدھی کھجور ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو۔

لفظ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر' دوسرا نام اس دین کا ہے فقر وغیور۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق رفیق عطا فرمائے تاکہ ہم دامن مصطفیٰ ﷺ کی پناہ میں رہتے ہوئے عزت ووقار کے ساتھ زندہ وتابندہ رہ سکیں۔ آخر میں یہی کہوں گا۔

یاصاحب الجمال و یا سید البشر من وجہک المنیر لقد نور القمر
لایمکن الثناء کما کان حقہٗ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(تمام شد)

سرحد کے ادیب و شاعر

محمد احسان طالب (مرحوم)

علاء الدین عدیم

سرحد کے ادیب و شاعر اور دنیائے صحافت کے مرد میدان احسان طالب مرحوم کے ساتھ پہلے غائبانہ تعارف اور اس کے بعد بالمشافہ ملاقات اور لازوال دوستی کا تعلق جن عجیب حالات میں ہوا اس کی یاد آج بھی ذہن کے کسی گوشہ میں اس طرح محفوظ ہے جیسے کل کی بات ہو۔ ۱۹۵۲ء کے دوران ملازمت کے سلسلہ میں جب کوہاٹ میں قیام پذیر تھا ایوب صابر مرحوم کی جناح لائبریری میں منعقد ہونے والی نہ صرف ادبی نشستوں بلکہ کتب و جرائد سے بھی مستفید ہونے کا اکثر موقع ملتا تھا۔ ان دنوں غلام حیدر اختر پراچہ کوہاٹ سے ایک ھفت روزہ "ہمدم" شائع کیا کرتے تھے جس کی طباعت و کتابت کا انتظام پشاور سے کیا جاتا تھا۔ چھٹی پر اکثر میرا پشاور آنا جانا لگا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ مدیر "ہمدم" نے میرے دو ایک مضامین کے علاوہ کچھ اور مخابرات شذرات وغیرہ دے کر فرمائش کی کہ قصہ خوانی بازار میں "دار لکتابت" پہنچا دیجئے گا۔ یہ واقعہ احسان طالب مرحوم سے بالمشافہ ملاقات کا سبب بنا، گو غائبانہ طور پر پہلے سے ہی ان کا نام سن رکھا تھا۔ اس ملاقات میں انتہائی خوشگوار حیرت کا عنصر یہ شامل تھا کہ میرے چند انتہائی عزیز ترین زمانہ ء طالب علمی کے دوست ملک راحت علی خان، سید الابرار، سید اشرف بخاری، لالہ امیر احمد صدیقی، مظفر بیگ وغیرہ مجھے ان کے پاس ہی ملے اور پہلے ہی سے ان کے حلقہ احباب میں شامل تھے۔

احسان طالب مرحوم انتہائی دلپذیر شخصیت کے مالک تھے کشادہ پیشانی، ستواں ناک، گندمی رنگ، اپنے کام کی ابتداء تو کتابت کے پیشہ سے کی مگر ادب و شعر کا اعلیٰ درجہ کا ذوق، ناقدانہ ذہن اور حس مزاح کا لطیف پہلو بھی رکھتے تھے۔ کوہاٹ کے غلام حیدر اختر نے اپنے پرچہ کی محض کتابت ہی نہیں بلکہ پوری ایڈیٹنگ یہاں تک کہ اداریہ لکھنے کے فرائض بھی احسان طالب صاحب کو سونپ رکھے تھے۔ ایک لحاظ سے وہ ان کے اعزازی مدیر معاون تھے مگر پرچہ پر نام

اختر صاحب کا ہی چھپتا تھا۔ جب یہ سلسلہ بند ہوا تو احسان طالب صاحب نے مختلف اوقات میں "نمائندہ" "تحریر" اور "رہبر" کے نام سے اپنے ہفت روزہ اخبارات بھی شروع کیے جن کے لئے متذکرۃ الصدر لکھنے والے دوستوں کی بہت اچھی ٹیم ان کو میسر تھی اور یہ اخبارات عوام میں مقبول بھی بہت ہوئے دیگر تمام انتظامات کے ساتھ ان پرچوں کی کتابت بھی احسان صاحب خود ہی فرمایا کرتے تھے۔

مگر جیسا کہ اچھے معیاری اخبارات کے ساتھ ہوتا آیا ہے کہ سرکاری اشتہرات کی کمیابی اور مالی حالت مستحکم نہ ہونا، اسی کے باعث یہ سلسلہ تادیر قائم نہ رہ سکا۔ اس کے بعد کچھ تھوڑی ہی مدت تک انہوں نے اپنا کتابت کا شغل جاری رکھا اور اس دوران کچھ شاگرد پیشہ حضرات کو اپنی نگرانی میں کتابت کی تربیت بھی دیتے رہے مگر بعد میں اسے ترک کر کے مکمل طور پر صحافت کو اختیار کر لیا۔ روزنامہ "ہمارا پاکستان" کے مالک و مدیر الحاج غلام غوث صحرائی نے اداریہ نویسی کی خدمات کے لئے ہمہ وقتی طور پر انہیں اپنے پاس بلوالیا۔ دونوں میں دوستانہ مراسم پہلے ہی سے تھے۔ صحرائی مرحوم خود بھی دبنگ شخصیت کے بے خوف قسم کے انسان تھے۔ احسان صاحب کے اداریوں کا زوردار انداز تحریر انہیں بے حد پسند تھا اور ان اداریوں کی وجہ سے ان کے اخبار کی سرکولیشن میں بہت اضافہ ہوا۔ اسی دوران ملک نور الٰہی لاہور سے اپنے ایک اخبار "شہباز" کو پشاور منتقل کر چکے تھے اس میں پشاور کی مشہور شخصیت لالہ وزیر محمد صدیقی کی کوششوں کا بہت عمل دخل تھا اس اخبار کی مالی حالت خاصی مستحکم تھی شروع شروع میں پنجاب سے عملہ بلا کر اس میں متعین کیا جاتا رہا معروف صحافی فائق کامران، حبیب فخری اور قدوس صہبائی وغیرہ اس اخبار سے منسلک رہے مگر جن دنوں شریف فاروقی صاحب کو "شہباز" کی ادارت سپرد تھی تو انہوں نے احسان طالب صاحب کو عملہ ادارت میں شامل ہونے کی دعوت دی انہوں نے ابتداء میں ہر ہفتہ اور پھر بعد میں روزانہ "قہوہ خانہ" کے نام سے ان کا ہی کالم اپنے مخصوص سٹائل میں "شہباز" میں لکھنا شروع کیا جسے ہر جگہ بے حد پسند کیا جانے لگا۔ بعد میں ایڈیٹوریل لکھنے کی ذمہ داری بھی احسان صاحب کے سپرد ہی کر دی گئی۔ یہ صوبہ سرحد میں خان

عبدالقیوم خان کی وزارت اعلیٰ کا دور تھا مگر احسان صاحب کے اداریے بہت بے لاگ اور بے باک ہوا کرتے تھے۔ انہی دنوں راقم الحروف نے بھی سرکاری ملازمت ترک کر کے روزنامہ "شہباز" میں نیوز ڈیسک پر کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ قلندر مومند ان دنوں عملہ ادارت میں تو شامل نہیں تھے مگر جب بھی احسان طالب سے ملنے کے لئے آتے تو وہ کوئی ایسا مسئلہ چھیڑ دیتے جس پر وہ اپنا ایڈیٹوریل ادھورا چھوڑ کر ان کے ساتھ بحث میں الجھ جاتے۔ احسان طالب مختلف مسائل کے بارے میں بہت پختہ نظریات رکھتے تھے اور ان کی تائید میں محکم دلائل دینے سے کبھی پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔ ان کے مزاج کا یہ پہلو اس وقت بھی میرے مشاہدے میں آیا جب روزنامہ "تربت" کراچی کے نمائندے کی حیثیت سے ہارون مشن خیبر بازار میں مصروف کار رہا کرتے تھے۔ اسی جگہ انگریزی روزنامہ "ڈان" کراچی کے اس وقت کے کارسپانڈنٹ بشیر اے قریشی بھی ہوتے تھے جن کے ساتھ اکثر و بیشتر مختلف علمی و فکری موضوعات پر ان کی بحث و تمحیص کا سلسلہ چلتا رہتا۔

احسان صاحب مرحوم بنیادی طور پر مذہبی خیالات رکھتے تھے اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تصنیفات سے بہت متاثر تھے۔ میرا رجحان جب تصوف و طریقت کی طرف ہوا تو میرے ساتھ بھی اکثر اس موضوع پر ان کی بحث چلتی رہتی۔ ان کی بہت خواہش تھی کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اکثر مقامات پر جو تمثیلات بیان فرمائی ہیں ان کو مرتب صورت میں کتابی شکل دی جائے مگر اس کام تکمیل کے لئے ان کو موقع نہ مل سکا۔

روزنامہ "حریت" سے کچھ عرصہ پہلے وہ کراچی کے روزنامہ "جسارت" اور ڈھاکہ کے اردو روزنامہ "سنگرام" کی نمائندگی کے فرائض بھی بہت خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔ اس کے علاوہ اسی دوران ایک لمبے عرصہ تک لالہ وزیر محمد صدیقی اور امیر احمد صدیقی کے ہفت روزہ اخبار "تنویر" کے ساتھ بھی اعزازی طور پر وابستہ رہے۔ احسان طالب مرحوم شعر فہمی اور شعر گوئی کا بھی بہت اعلیٰ درک رکھتے تھے شروع شروع میں جب اپنے ہفت روزہ اخبارات جاری کئے تو اس زمانہ میں بہت اعلیٰ غزلیات کہیں (بقیہ صفحہ ۵۱ پر ملاحظہ فرمائیں)